

سورة الكهف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

في  
قرآن عظيم

ترتیب: پیرزادہ شمس الدین

ناشران و تاجران کتب  
عزیز سنٹر نیٹ اردو بازار لاہور



الفجر

✓  
۲۹۷۶۹۹۲۱  
م ۲۸ شمس  
۳۷۸۶۱

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

DATA ENTERED

بار اول مارچ ۱۹۹۳ء

محمد فیصل نے

زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

قیمت -/60 روپے

# رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ  
إِنَّا أَسْأَلُكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لَا تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ  
وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۝

ہم نے تجھے گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ  
تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب  
کرو۔ (۴۸-۹۱)۔





# فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	تمہید: اہل اسلام کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے متعلق متضاد عقائد رکھ کر آپس میں جھگڑنا اور لڑائی کرنا۔	۱
۱۲	پہلا باب: کافروں کا رسولوں کو اپنے جیسے بشر سمجھ کر ان پر ایمان نہ لانا بلکہ انہیں حقیر سمجھ کر پیغام الہی کو ہی جھٹلا دینا۔	۲
۲۲	دوسرا باب: عیسائیوں کا پہلے مشرکوں کی نقل کر کے حضرت عیسیٰ کا درجہ بڑھا کر انہیں اپنا خدا ٹھہرانا۔	۳
۳۲	تیسرا باب: حضرت مسیح کی تعلیم اور غلو کرنے والے عیسائیوں کی تعلیم کا موازنہ	۴
۴۸	چوتھا باب: خدا تعالیٰ کے صفات اور حضرت مسیح کے اوصاف کا موازنہ	۵
۴۱	پانچواں باب: مسلمانوں کا بھی عیسائیوں کی نقل کر کے حضرت مسیح کا درجہ بڑھانا۔	۶
۴۶	چھٹا باب: مسلمانوں کا خود کئی باتوں میں حضرت مسیح کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دینا۔	۷

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۷۰	ساتھ تو ای باب : مسلمانوں کا عیسائیوں کی نقل کر کے حضرت محمد کا بھی درجہ بڑھانا۔	۸
۹۰	آٹھواں باب : اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت محمد کے اوصاف کا موازنہ	۹
۱۲۵	نواں باب : مقام رسول	۱۰

## پیش لفظ

(۱) مشرقی اور مغربی پاکستان، ہندوستان، سیلون، برہما، ایلایا، چین، عدن، مصر، انگلینڈ، جنوبی، مشرقی اور مغربی افریقہ، زنجبار، مارشس، مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور دیگر مختلف ممالک کی چالیس سالہ سیاحت کے بعد خاکسار اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق مسلمانوں میں بہت سے متضاد اختلافات اور عقائد پائے جاتے ہیں۔ جن کے باعث وہ عام طور پر آپس میں جھگڑتے لڑتے اور کشیدہ خاطر رہتے ہیں اور آپس میں اتنا بغض اور کینہ رکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ چنانچہ اہل اسلام کا ایک گروہ تو رسول اللہ کے متعلق یہ

۱۔ خدا جانے برا دران اسلام فروری اختلافات کی بنا پر کیوں آپس میں اتنا جھگڑتے ہیں کہ ایک دوسرے کو کفر کے فتوانے دے کر آپس میں اتنے دشمن بن جاتے ہیں کہ اپنی مسجدیں بھی الگ الگ کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کی مسجد میں نماز پڑھنا بھی گوارا نہیں رکھتے۔ حالانکہ دونوں گروہ ایک ہی رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں اور دونوں کو آپس میں بھائی قرار دے کر حسن سلوک سے رہنے کی ہدایت بھی کی گئی ہے۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ قَاصِدِحُوا بَيْنَ اٰخْوَانِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (حجرات ۱) مومن بھائی بھائی ہی ہیں سوا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (۲۹-۱۰) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰى الْكُفَّارِ رَحِمًا وَ بَيْنَهُمْ (الفتح ۲۶) محمد اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلہ پر تقویٰ آپس میں رحم کرنے والے ہیں (۲۸-۲۹) مگر ان کے بالتقابل غیر مسلم (باقی صفحہ ۲ پر دیکھئے)

مقتاد رکھتا ہے کہ (۱) وہ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے (۲) وہ حاضر و ناظر ہیں (۳) وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷) جو ایسی تعلیم نہیں رکھتے۔ باوجود سخت اور بھاری اختلافات رکھنے کے پھر بھی آپس اتنا نہیں جھگڑتے کہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں۔ میرے خیال میں اس کے مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:-

پہلی وجہ: عام طور پر مسلمانوں میں جہالت ہے اس لیے وہ آپس کے اختلافی مسائل میں بجائے دلائل سے کام لینے کے زور اور دباؤ سے کام لیتے ہیں اور عقل کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں جس سے قوم میں نا اتفاقی پیدا ہو جاتی ہے مگر ان کے بالمقابل غیر مسلم زیادہ تسلیم یافتہ ہیں اس لیے وہ آپس کے اختلافی مسائل میں دلائل سے کام لیتے ہیں اور عقل سے کام لے کر اختلافات کو سلجھا لیتے ہیں تاکہ قوم میں نا اتفاقی پیدا نہ ہو۔

دوسری وجہ: اہل اسلام فروعات کے اختلافی مسائل میں ہمیشہ اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ اپنے مخالفین کو کافر قرار دے کر اسلام سے خارج کر دیا جائے خواہ ان کی بات کتنی ہی قرآن مجید اور حدیث کے مطابق ہو، صاف ظاہر ہے کہ ایسے مسلمان بجائے صداقت سے کام لینے کے فرقہ بندی سے کام لیتے ہیں مگر ان کے بالمقابل غیر مسلم فروعی اختلافات کی بنا پر کبھی بھی اپنے بھائیوں کو اپنے مذہب سے خارج نہیں کرتے، کیونکہ وہ اختلافی مسائل کی ان باتوں کو جو عقل اور سمجھ کے مطابق ہو فوراً مان لیتے ہیں اور دھڑا بازی سے کام نہیں لیتے۔

تیسری وجہ: برادران اسلام اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب فروعی اختلافات کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ کیونکہ لوگوں کے طبائع اور خیالات مختلف ہوتے ہیں چنانچہ اختلافات لوگوں میں قیامت کے دن تک ہوتے ہی رہیں گے اور ان کا فیصلہ بھی قیامت کے دن ہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (الزمر ع ۵)** کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے غائب اور حاضر کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں اس بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں (۳۹-۴۶) **فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا** (بقیہ صفحہ ۷ پر)



عالم الغیب تھے (۴) وہ خدائی صفات کے مظہر تھے (۵) اور وہ خدا کا اوتار تھے کیونکہ احد خود میم کے پردہ میں دنیا میں آیا۔ دوسرا گروہ ان باتوں کا انکار کرتا ہے غرضیکہ مسلمانوں کا ایک فریق تو رسول اللہ کا درجہ اتنا گھٹاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو اپنے بڑے بھائی کے برابر سمجھتا ہے جو سراسر بے ادبی ہے اور دوسرا فریق نبی کریم کا درجہ اتنا بڑھاتا ہے کہ حضور صلعم کو خدا کے برابر ہی سمجھ لیتا ہے جو سراسر شرک ہے بقول عالیؒ

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں      اماموں کا رتبہ بھی سے بڑھائیں

(۲)۔ اس افراط اور تفریق کا اصل باعث یہ ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت محمد مجتبیٰ صلعم کی زندگی یا سیرت کے متعلق شروع سے ہی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ہر قسم

(بقیہ صفحہ ۳) قَبِيْرٍ يَخْتَلِفُوْنَ (البقرۃ ۱۷۶) سو اللہ اُن کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلافات رکھتے تھے (۲-۱۱۳) تو پھر آپس میں اتنا جھگڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں اور اپنے آپ کو اس آیت: وَالْقَبِيْرَ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةٌ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المائدہ ۶) اور ہم نے اُن کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے (۵-۶۴) کا مصداق بنالیں۔ مگر ان کے بالمقابل غیر مسلم بخوبی سمجھتے ہیں کہ لوگوں میں اختلافات کا ہونا ایک طبعی امر ہے۔ لہذا ان کے متعلق جھگڑا کرنے آپس میں دشمنی رکھنا کوئی عقل مندی نہیں۔

چوتھی وجہ: عموماً مسلمان گوشت زیادہ کھاتے ہیں اور گرم ملکوں میں رہتے ہیں اس لیے وہ بحث و مباحثہ کے وقت اتنے جوش اور غصہ میں آجاتے ہیں کہ بجائے صبر، عقل اور قوت دلائل سے کام لینے کے لڑائی کرتے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کے بالمقابل غیر مسلم ہندو عام طور پر گوشت نہیں کھاتے اور اہل یورپ اگر گوشت کھاتے بھی ہیں تو وہاں کی سردی اس کی گرمی کو زائل کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بحث اور مباحثہ کے دوران میں ٹھنڈے دل سے صبر، عقل اور قوت دلائل سے کام لیتے ہیں اور لڑائی کے لیے ہرگز آمادہ نہیں ہوتے۔ (بقیہ صفحہ ۶ پر)

کے واقعات ہیں معتبر بھی اور غیر معتبر بھی۔ جن کا اب جانچنا اور پرکھنا نہایت مشکل ہے ایسے حالات کے ماتحت میں نے یہ مناسب سمجھا کہ آنحضرت صلعم کے مقام کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشادات یک جا جمع کر دیتے جائیں تاکہ اہل اسلام اپنے عقائد کو قرآنی آیات کے ساتھ تطبیق دے سکیں اور جو عقیدہ کلام الہی کی تعلیم کے مطابق ہوں سے درست سمجھ لیں اور جو عقیدہ کلام ربانی کے خلاف ہوں اسے چھوڑ دیں اور مقام رسول کو صحیح طور پر سمجھ کر افعال اور تقریبات سے بچے رہیں یعنی نہ تو رسولؐ کا درجہ گھٹائیں اور نہ ہی بڑھائیں بلکہ پیغام رسول پر صدق دل سے عمل کریں اور جو رسالت کا اصل مقصد ہوتا ہے بلاشبہ وہ مسلمان جو وحی رسالت

(ربقیہ صفحہ ۴) پانچویں وجہ: اہل اسلام آپس کے فروعی اختلافات کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ ان کے سامنے اسلامی اصولوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی۔ چنانچہ معمولی معمولی اختلافات پر آپس میں دن رات جھگڑا کرتے رہتے ہیں مگر اصولوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن ان کے بالمقابل غیر مسلم اصولوں کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں اور فروعیات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

چھٹی وجہ: علمائے اسلام نے اپنی زندگی کا نصب العین یہ بنا رکھا ہے کہ فروعی اختلافات کی بنا پر مختلف فرقوں کے مسلمانوں کی تکفیر اور تفریق کی جائے اور ان میں تفرقہ اندازی، فتنہ اور فساد برپا کیا جائے۔ تاکہ ان میں ہمیشہ ہی نا اتفاقی رہے۔ چنانچہ چند صدیوں سے براہِ راست اسلام میں فرقہ بندی کی وجہ سے چھوٹ پڑی ہوئی ہے جس کی بدولت وہ دوسری قوموں کے محکوم بھی ہو گئے۔ مگر ان کے بالمقابل غیر مسلموں کے مذہبی لیڈروں کا یہ نصب العین ہے کہ ان کی قوم میں نا اتفاقی پیدا نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں اتفاق پایا جاتا ہے جس کی بدولت وہ دنیا میں حکومت کر رہے ہیں بقول ڈاکٹر اقبال

دین کافر تینخ اور فکر جہاد دین ملاقا سبیل اللہ فساد

ساتویں وجہ: اکثر علماء اسلام کا ذریعہ معاش یہی ہے کہ اپنے ذاتی مفاد اور مقاصد کی خاطر مسلمانوں کو فروعی مسائل کی بنا پر آپس میں لڑایا جائے اور ان میں دشمنی اور بغض ڈالا جائے۔ تاکہ فرقہ بندی کو فروغ ہی ہوتا رہے بقول اقبال

ہی ہوتا رہے بقول اقبال ۵ ربقیہ صفحہ ۶ پر

کی شان پر تو کوئی غور نہیں کرتے بلکہ صرف یہ کہہ کر آنحضرت صلعم بھی ہماری طرح ایک بشر ہی تھے۔ آپ کا درجہ گھٹاتے ہیں۔ حالانکہ وحی رسالت نے ہی آپ کو عام لوگوں سے ممتاز کر کے اللہ تعالیٰ کا رسول بنا دیا تھا۔ کیونکہ عام انسانوں پر ایسی وحی ہرگز نازل نہیں ہوتی۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ میرا بھی ایک پتھر ہی ہوتا ہے مگر اس کی چمک دمک ہی اسے عام پتھروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ میرا کے نام سے پکارا جاتا ہے اسی طرح سے اگرچہ آنحضرت صلعم بھی بشر ہی تھے مگر اللہ تعالیٰ کی وحی رسالت نے ہی آپ کو دوسرے انسانوں پر فوقیت دے دی تھی جس کی بدولت وہ رسول اللہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی امت کو بھی ایسا ہی کہنے کی ہدایت فرمائی۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے: عَنْ عَبْدِ يَقُولُ عَلَى الْمُنْبِرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَطْرُقُونِي كَمَا أَطْرَقَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ أَفْعُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ منبر پر کہتے تھے کہ میں نے نبی صلعم کو سنا فرماتے تھے کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریمؑ کے حق میں کیا ہے۔ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول (بخاری کتاب الانبیاء) یہی آپ کا صحیح مقام تھا جو آپ نے خود اپنی زبان

(بقیہ صفحہ ۵) فرقہ بندی کی نواتیرے گلستان میں چلی آہ ان مالیوں نے باغ اجاڑا تیرا۔  
یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز سے مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے مگر ان کے بالمقابل غیر مسلموں کے مذہبی پیشوا ہرگز ایسا نہیں کرتے۔ یہی سبب ہے کہ وہ آپس میں اتفاق سے رہتے ہیں اور دشمن کے مقابلے پر سب ایک ہو جاتے ہیں۔

۱۔۔۔ نصاریٰ نے جس طرح کھایا ہے صوکا کہ سمجھے وہ عیسے کو بیٹا خدا کا  
مجھے تم سمجھانا نہ زہار ایسا مری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

مبارک سے فرما دیا صاف ظاہر ہے کہ جناب رسالت مآب محمد مصطفیٰ صلعم کی شان بہت ہی بلند ہے چنانچہ آپ کے حق میں یہ الفاظ ”بدر خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کہہ دیا نہایت ہی موزوں ہے کیونکہ مذکورہ بالا قرآنی آیت میں حکم بھی دیا گیا ہے کہ رسول اللہ کا ادب کرو جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی شان میں کوئی ناشائستہ اور گستاخانہ کلمات نہ کہے جائیں بلکہ آپ کے احکام تہ دل سے قبول کیے جائیں اور ان پر صدقِ دل سے عمل کیا جائے کیونکہ ان کے خلاف عمل کرنا سراسر تباہی ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی آوازوں کو  
نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو اور نہ اس سے پکارت  
پکارت کر بات کرو جیسا کہ ایک دوسرے کو پکارتے  
ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل بیکار ہو جائیں اور  
تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (۲۹-۲۰)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا  
أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا  
لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن  
تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ  
(الحجرات ۱۷)

علاوہ ازیں حکم بھی دیا گیا ہے کہ ”رسول کی مدد کرو“ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس پیغام کو جو ان پر نازل کیا گیا لوگوں کو پہنچا دو۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوا عَنِّي وَبَوَّأَيْتَ - عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا میری طرف سے پہنچاؤ گواہیک ہی آیت ہو (بخاری کتاب الانبیاء) حقیقہ ایسے مسلمان ہی اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کے (دین کے)  
مددگار بن جاؤ۔ جس طرح عیسیٰ ابن مریم  
نے حواریوں سے کہا تھا۔ اللہ کے رستے  
میں کون میرے مددگار ہیں۔ حواریوں نے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَصَادِقَ  
اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ  
مَنْ أُنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ  
نَحْنُ وَأَنْصَارُ اللَّهِ -



نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔

(الصف ۲۶)

(۶۱-۱۳)

آنحضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں کوئی تو خوبی کی بات تھی جس کی مثال دے کر ایمان داروں کو اللہ کے دین کے مددگار بننے کا حکم دیا گیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو یہ حکم دیا تھا کہ ”تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو“ (مرقس ۱۶: ۱۵) چنانچہ انھوں نے منادی کی اور بہت سی تکلیفیں بھی اٹھائیں پھر اسی کے حکم کی تعمیل میں عیسائیوں نے مقدس بائبل کا ترجمہ صد ہا زبانوں میں کر کے اسے دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔ مگر افسوس براہِ درانِ اسلام خوابِ غفلت میں ہی پڑے رہے حالانکہ اہل اسلام کو قرآن حکیم کی تعلیم پھیلانے کے لیے عیسائیوں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے تھا کیونکہ ان کے لیے تو اللہ کا حکم ہے اور عیسائیوں کے لیے حضرت عیسیٰؑ کا۔ مگر عیسائیوں نے تو اسے خدا کا حکم سمجھا اور اپنے مذہب کی خوب تبلیغ کی۔ اور مسلمانوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کو ایک انسانی حکم بھی نہ سمجھا اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے منہ موڑا۔ حالانکہ اسلام ایک تبلیغی دین ہے۔

شمس الدین شمس منزل

یکم جنوری ۱۹۵۹ء

مصری نشاۃ لاہور



# باب اول

کافروں کا رسولوں کو اپنے جیسا بشر سمجھ کر ان پر ایمان نہ  
لانا بلکہ انھیں حق سبب سمجھ کر پیغام الہی کو ہی جھٹلا دینا

حقیقت پہلے نبیوں اور رسولوں کے منکرین بھی وحی رسالت پر تو کوئی غور نہیں کرتے  
تھے بلکہ صرف یہ کہہ کر کہ ”یہ تو ہماری طرح بشر ہیں“ پیغمبروں کو حقیر سمجھتے تھے اور ان پر ایمان  
نہیں لاتے تھے اور پیغام الہی کا کھلم کھلا انکار کر دیتے تھے۔ جس کے ثبوت میں ذیل کی آیات  
پیش کی جاتی ہیں:

تو اس قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ ہم تجھے  
اپنے ہی جیسا انسان دیکھتے ہیں اور ہم نہیں  
دیکھتے کہ تیری پیروی کی ہو مگر ان لوگوں نے جو  
ہم میں سے پیغمبر ہیں (اور وہ بھی) سرسری نظر  
سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں  
دیکھتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں (۱۱-۲۶)  
کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں  
آئی جو تم سے پہلے تھے یعنی نوح کی قوم اور عاد

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ  
قَوْمِهِ مَا نَذَرْنَا لَكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا  
نَذَرْنَا لَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ  
أَرَادُوا لَنَا بِأَدَى الرَّأْيِ وَمَا نَذَرْنَا  
لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَنْظُرُكُمْ  
كَيْدِينَ - (هود ع ۳)

الْمَيَاتِكُمْ نَبِيُّ الَّذِينَ مِنْ  
قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ

۱۷۔ کیونکہ وہ نبوت اور بشریت کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے تھے۔

اور تمہود کی اور ان کی جو ان کے پیچھے ہوئے  
 انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان کے رسول  
 کھلی دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ  
 اپنے مونہوں میں ڈالے اور کہا ہم اس کا انکار  
 کرتے ہیں جو تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے اور  
 یقیناً ہمیں اس کے بارے میں سخت شک  
 ہے جس طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔ ان کے رسولوں  
 نے کہا کیا اللہ میں شک ہے جو آسمانوں اور  
 زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تمہیں بتاتا ہے  
 تاکہ تمہارے قصور تمہیں معاف کر دے اور  
 تمہیں ایک مقررہ وقت تک مہلت دے  
 انہوں نے کہا تم بھی ہمارے جیسے انسان ہو  
 تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے روک دو جس کی  
 ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے تو ہمارے  
 سامنے کوئی کھلی سند لاؤ۔ ان کے رسولوں نے  
 انہیں کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن  
 اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے  
 احسان کرتا ہے اور یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے  
 پاس سوائے اللہ کے حکم کے کوئی سند لائیں اور

وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا  
 اللَّهُ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ  
 فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ قِيَافًا هَهُو  
 قَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ  
 بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا  
 تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ قَالَتْ  
 رُسُلُهُمْ إِنِّي إِنْ لَمْ يَأْتِ السَّمَوَاتِ  
 وَالْأَرْضِ بِدَعْوِكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ  
 ذُنُوبِكُمْ وَيُوحِرَ كُمْ إِلَىٰ آجِلٍ قَسَمِي  
 قَالُوا إِن أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا  
 تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَنَا عَمَّا  
 كَانِ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَانُتُوا  
 بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ قَالَتْ لَهُمْ  
 رُسُلُهُمْ إِن نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ  
 مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ  
 مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا  
 كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ  
 إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَىٰ اللَّهِ  
 فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

۱۵۔ رسول خود اقرار کرتے ہیں کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں۔

۱۶۔ یعنی غیظ و غضب سے بھر گئے اور نہ صرف رسولوں کا بلکہ پیغام الہی کا بھی انکار کرنے والے ہو گئے۔

(ابراہیم ع ۲)  
 وَأَسْرُ وَالنَّجْوَىٰ ۗ وَالَّذِينَ  
 ظَلَمُوا ۗ هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ  
 أَفَتَأْتُونَ السَّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ  
 (الانبیاء ع ۱)

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ  
 قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ  
 يَتَّقَصِلَ عَلَيْكُمْ ط ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ  
 لَأَنْزَلَ الْمَلَائِكَةَ مَا سَبَعْنَا بِهَذَا فِي  
 آيَاتِنَا الْأُولَىٰ ۗ (المؤمنون ع ۲)  
 وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ الَّذِينَ  
 كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِإِيقَاتِ الْآخِرَةِ ۚ  
 أَتَرَفْتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا  
 إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لَا يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ  
 مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۚ وَ  
 كَثِيرٌ أَطْعَمَهُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنْ كُمْ  
 إِذْ الْخَسِرُونَ ۚ

(المؤمنون ع ۳)

فَقَالُوا أَنْتُمْ مِنْ بَشَرَيْنِ  
 مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عِدُونَ ۗ  
 (المؤمنون ع ۳)

چاہیے کہ مومن اللہ ہی پر بھروسہ کریں (۱۲-۱۹ آیتیں)  
 اور جو ظالم ہیں وہ چھپ کر مشورہ کرتے ہیں  
 کہ وہ کچھ نہیں۔ مگر تمہاری طرح ایک انسان ہے  
 تو کیا تم جادو کو قبول کرتے ہو حالانکہ تم دیکھتے  
 ہو (۲۱-۳۰)

تو ان لوگوں کے سرداروں نے جو اس کی قوم  
 میں سے کافر ہوئے کہا یہ صرف تم ہی جیسا ایک  
 بشر ہے چاہتا ہے کہ تم پر بڑائی حاصل کرے  
 اور اگر اللہ چاہتا، تو فرشتے اتار دیتا ہم نے یہ  
 اپنے باپ دادوں میں نہیں سنا۔ (۲۳-۲۴)  
 اور اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور  
 آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں  
 دنیا کی زندگی میں آسودگی دی تھی کہنے لگے یہ کچھ  
 نہیں مگر تم جیسا ایک انسان ہے اسی سے کھانا  
 ہے جو تم کھاتے ہو اور اسی سے پیتے ہے جو تم  
 پیتے ہو۔ اور اگر تم اپنے جیسے انسان کی اطاعت  
 کرو گے تو اس حال میں یقیناً تم نقصان اٹھانے

والے ہو گے۔ (۲۳-۳۳-۳۴)

تو انہوں نے کہا کیہم اپنے جیسے دو انسانوں  
 پر ایمان لائیں اور ان کی قوم (کے لوگ) ہمارے  
 خدمت گار ہیں۔ (۲۳-۲۴)



تو کچھ نہیں مگر ہماری طرح ایک انسان ہے  
سو کوئی نشان لا اگر تو سچوں میں سے ہے۔

(۲۶-۱۵۲)

اور تو کچھ نہیں مگر ہماری طرح ایک انسان  
ہے اور ہم تجھے جھوٹوں میں سے ہی سمجھتے ہیں۔

(۲۶-۱۸۶)

انہوں نے کہا تم تو ہماری طرح انسان ہی  
ہو اور رحمن نے کچھ نہیں اتارا تم جھوٹ ہی کہتے

ہو (۳۶-۱۵)

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی  
جنہوں نے پہلے کفر کیا سوا انہوں نے اپنے  
کام کی سزا چھپی اور ان کے لیے دردناک عذاب  
ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول  
کھلی دیکھیں لے کر آتے تھے تو وہ کہتے کیا انسان  
ہمیں راہ دکھائیں گے سوا انہوں نے کفر کیا اور  
پھر گئے، اللہ کسی کا محتاج نہ تھا۔ اور اللہ بے نیاز

تعریف کیا گیا ہے (۶۲-۵)

مذکورہ بالا آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ منکرین رسالت کی طرف سے سب

مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا  
فَأْتِ بِآيَاتٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ

(الشعراء ۸۷)

وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا  
وَإِنْ تَظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ

(الشعراء ۱۰)

قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ  
مِّثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِن  
شَیْءٍ ؕ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ

(طیسین ۲۷)

الْحَمَّ یٰۤاَیُّكُمْ نَبُوۤالَّذِیْنَ كَفَرُوۤا  
مِن قَبْلُ ن فَذُوقُوا وَاٰلَ اٰمِرِهِمْ

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ؕ ذٰلِكَ

بِاٰتِیَۤا كَانَتْ تَاۤتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ

بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوۤا اَبَشَرٌ مِّثْلُ وَاٰلِ

فَكَفَرُوۤا وَتَوَلَّوۤا وَاسْتَعْتَبُوۤا

وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ؕ

(التغابن ۱۷)

۱۔ چونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے رسول مبعوث کر کے ایمان لانے کی حجت کو پوری کر دیتا  
ہے اس لیے وہ کافروں کے کفر کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے: وَقَالَ مُوسٰی اِنْ  
تَكْفُرُوۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ (البقرہ ۱۷۷) اور موسیٰ نے کہا (بقیہ صفحہ ۱۸)

سے پہلے انبیاء پر یہی اعتراض ہوتا رہا کہ یہ ہماری طرح بشر ہیں کھاتے پیتے اور حوائج بشری کے محتاج ہیں لہذا یہ رسول نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ان کی رسالت کو یہ کہہ کر بھی جھٹلاتے رہے کہ یہ بشر ہو کر صرف ہم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتے ہیں ورنہ انسان کو انسان راہ نہیں دکھا سکتا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایسے اعتراض کیے گئے تھے یہ آیات اس پر شاہد ہیں:

وَقَالُوا مَا لَٰهُذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ  
الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَآ أُنزِلَ  
إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۚ أَوْ  
يُلْقَى إِلَيْهِ الْكِتَابُ أَوْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ  
يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ  
تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۚ أَنْظِرْ  
كَيْفَ صَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَظَلُّوا أَفْلَا  
يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۚ

اور کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے (جو) کھانا  
کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے کیوں  
اس کی طرف فرشتہ نہ اتارا گیا تو وہ اس کے ساتھ  
ہو کر ڈرانے والا ہوتا یا اس کی طرف جزا نہ بھیجا  
جاتا یا اس کا باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالم  
کہتے ہیں تم صرف ایک سحر والے آدمی کی پیروی  
کرتے ہو۔ دیکھو تیرے لیے کیسی مثالیں بیان  
کرتے ہیں سو وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ پس راستہ

(بقیہ مائتھیہ صفحہ ۱۳) اگر تم اور جو زمین میں ہیں سب کے سب انکار کرو تو اللہ یقیناً بے نیاز تعریف کیا گیا ہے  
(۸-۱۳) صاف ظاہر ہے کہ کفر یعنی انکار یا ناشکری سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ کسی کے شکر  
کرنے یا ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے  
سے انسان کو ہی فائدہ پہنچتا ہے اور جو ایمان نہیں لاتا وہی گمراہی میں رہتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے  
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَن اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا  
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (بنی اسرائیل ۲۳) جو کوئی ہدایت اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے  
ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے  
والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا (۱۴-۱۵) یہی خدا کا قانون ہے کہ جو نیک کام کرتا ہے وہی ہدایت کی  
طرف آتا ہے اور جو بُرے کام کرتا ہے وہی گمراہی میں رہتا ہے خواہ ایمان لا کر ہی بُرے کام کرے۔

(الفرقان ع ۱) نہیں پاسکتے (۲۵-۹ تا ۹)  
 چونکہ ہستی باری تعالیٰ کے منکرین اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ اللہ کے رسول کھانے  
 پینے کے محتاج نہیں ہوتے۔ لہذا اس باطل خیال کی تردید میں یہ کہا گیا کہ انبیاء کے اجسام  
 بھی ایسے نہیں بنائے گئے تھے کہ وہ بغیر کھانے پینے کے زندہ رہ سکیں۔ چنانچہ تمام  
 انبیاء کھانا کھاتے تھے یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا  
 يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ه  
 اور ان کے ہم نے ایسے جسم بنائے  
 تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر  
 متغیر تھے۔ (۲۱-۸)

(الانبیاء ع ۱) صاف ظاہر ہے کہ رسولوں کا جسم خاکی بھی دوسرے انسانوں جیسا ہی تھا۔ یہ دلیل  
 حضرت عیسیٰ کے اس جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر زندہ ہونے کو جیسا کہ اکثر مسلمانوں کا  
 خیال ہے صریحاً باطل ٹھہراتی ہے:

وَأُمَّةٌ صِدِّيقَةٌ ط كَانُوا يَأْكُلُونَ  
 الطَّعَامَ ط (المائدہ ع ۱۰) اور اس کی ماں صدیقہ تھی وہ دونوں کھانا کھاتے  
 تھے۔ (۵-۷۵)

اس آیت سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ محترمہ  
 اب کھانا نہیں کھاتے کیونکہ وہ وفات پا گئے۔ دوسرے یہ کہ جو کھانا کھاٹے وہ خدا  
 نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ تیسرے یہ کہ جو کھانا کھاٹے  
 وہ حوائج بشری کا محتاج ہے وہ خدا کا اوتار یعنی اس کی صفات کا منظر نہیں ہو سکتا:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ  
 إِلَّا أَنَّهُمْ لِيَأْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَشْرَبُوا  
 اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں  
 بھیجے مگر وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازرگ

فی الْأَسْوَاقِ ط (الفرقان ع ۲۶) میں چلتے پھرتے تھے۔ (۲۵-۲۰)

حقیقتاً کفار رسول کے متعلق ایک تو یہ خیال رکھتے تھے کہ وہ دولت مند ہونا

چاہیے نہ کہ محنت اور مزدوری کر کے اپنی روزی کمانے والا۔ دورِ ایہ کہ وہ بلند پائے کا کاشتکار، زمیندار اور بہت سے باغات کا مالک ہونا چاہیے۔ تیسرا یہ کہ اس کی قوت ایک بشر کی طاقت سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے رسول اللہ سے مندرجہ ذیل مطالبے پیش کر کے کہا کہ اگر یہ پورے کر دیئے جائیں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

اور کہتے ہیں ہم کچھ پر ایمان نہیں لائیں گے

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَنْجُو

یہاں تک کہ تو ہمارے لیے اس زمین سے پتھر

لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۚ أَوْ تَكُونَ لَكَ

بہاؤے یا تیرا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو۔

جَنَّةٍ مِّنْ تَحْتِهَا نَاجِيَةٌ ۚ فَتَقِجْرَ

پتھر تو اس کے اندر خوب نہریں بہا نکالے۔ یا

الْأَنْهَارُ خِلْفَهَا تَقْجِيرًا ۚ

تو آسمان کو جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے

أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا

کر کے ہم پر گرا دے۔ یا تو اللہ اور فرشتوں

زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بِلُحِيِّ

کو سامنے لے آئے یا تیرا سونے کا گھر ہو۔

وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۚ أَوْ يَكُونَ لَكَ

یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے

بَيْتٌ مِّنْ زُخْرِفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ

کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ تو ہم پر

وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُؤْيَاكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا

کتاب نہ آتا رہے جسے ہم پڑھ لیں کہہ میرا

كِتَابًا نَّقْرَأُ ۚ ط قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ

رب پاک ہے۔ میں صرف ایک بشر رسول

كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَ سَوَالٍ ۚ

ہوں۔ (۱۴-۹۰ تا ۹۳)

(بنی اسرائیل ع ۱۰۶)

مذکورہ بالا مطالبوں کے جواب میں صرف یہی کہا گیا "میرا رب پاک ہے میں ایک

بشر رسول ہوں" کفار کے اس مطالبہ کا ذکر کہ تم آسمان پر چڑھ جاؤ صاف بتاتا ہے کہ

آنحضرت کا معراج روحانی تھا، کیونکہ جسمانی طور پر آسمان پر چڑھنا بشریت کے منافی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کے بھی منافی ہے ورنہ اس صورت میں مانتا پڑے گا کہ خدا

۱۴۔ فرشتہ نہیں ہوں کہ آسمان پر چڑھ جاؤں۔



بھی ایک جسم ہے اور یہ اس میں عجیب کا ماتلا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا مطالبہ کے وقت آنحضرت کو آسمان پر نہ لے جانا صاف ثابت کرتا ہے کہ جسم کا آسمان پر اٹھایا جانا اللہ کے قانون کے خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ بھی جس وقت عتری کے ساتھ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے تھے، غرضیکہ کفار کو رسولوں کی رسالت پر ایمان لانے میں ان کی بشریت ہی مانع رہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور لوگوں کو کوئی چیز ایمان لانے سے مانع نہیں ہوئی جب ان کے پاس ہدایت آئی۔ مگر یہ کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا  
إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا  
أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۗ قُلْ لَوْ  
كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يُّبَشِّرُونَ  
مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ  
السَّمَاءِ مَكَّاتٍ رَسُولًا ۗ

(۱۴-۱۳، ۹۵)

(بنی اسرائیل ع ۱۱)

چونکہ دنیا میں بشر ہی رہتے ہیں۔ لہذا ان کی طرف رسول بھی اسی جنس کا ہونا چاہیے تاکہ اپنے جیسے انسانوں کے لیے اُسوۂ حسنہ کا کام دے سکے۔ چنانچہ حضرت محمدؐ بھی بطور بشر رسول کے اپنے جیسے لوگوں کی طرف مبعوث کئے گئے تھے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ڈراؤ۔ انہیں خوش خبری دے جو ایمان لائے کہ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں راستی کا قدم

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ  
أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ  
النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ  
لَهُمْ قَدَامٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط قَالَ

۱۵۔ چونکہ رسول میں قوتِ جولیت بھی ہوتی ہے اس لیے اسے ربل بھی کہا گیا۔

الْكَافِرُونَ إِنَّ هَذَا السِّحْرُ قَبِيْنٌ ۝ (یونس ع ۱)

ہے۔ کافروں نے کہا یہ تو سحر جادو گر ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ  
إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَمَن  
كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ  
عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ  
رَبِّهِ أَحَدًا ۝ (الكهف ع ۱۲)

کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں (لیکن)  
میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک  
ہی معبود ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی امید  
رکھتا ہے تو چاہیے کہ وہ اچھے عمل کرے اور  
اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ  
کرے۔ (۱۸ - ۱۱۰)

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ  
رُسُلًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ  
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ ۝ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ  
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (الجمعة ع ۱)

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر اٹھی  
میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی  
آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے  
اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ  
پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے تھے (۶۲-۲)

صاف ظاہر ہے کہ جیسے لوگ باپ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کے سہائے  
بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے جو بشر بھی کسی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اس کا باپ بھی  
تھا اور اس کا سایہ بھی۔ کیونکہ وہ لطف سے پیدا ہوا تھا۔ اگر لوگوں کی طرح اس کا باپ یا اس  
کا سایہ نہ ہوتا تو پھر ان کے ہاتھوں میں ایمان نہ لانے کی یہ محبت ہو جاتی کہ یہ تو ہماری جنس  
سے نہیں ہے۔ لہذا یہ ہمارے لیے کوئی نمونہ کا کام نہیں دے سکتا۔ علاوہ انہیں اس بات  
کو بھی مانتا نظر رکھ لیا جائے کہ حضرت آدم کے وقت تو کوئی قوم ہی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان  
کے لیے قرآن پاک میں نہ تو نبی اور نہ ہی رسول کا لفظ آیا ہے کیونکہ وہ کسی قوم کی طرف مبعوث  
نہیں کیے گئے تھے۔ غرضیکہ جس قسم کے لوگ دنیا میں آباد ہوں گے اسی قسم کے رسول

اُن کے پاس آئیں گے تاکہ وہ اللہ کی ہدایت پر عمل کر کے لوگوں کو راہِ راست دکھا سکیں۔ اور انہیں اسوہ حسنہ کا کام دے سکیں۔ مگر افسوس کہ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کے باعث رسولوں پر ایمان نہ لانے والوں یا اُن کا درجہ کم کرنے والوں نے ہمیشہ ان کی بشریت کو ہی مد نظر رکھا اور اس پہلو پر جو وحی رسالت کے متعلق تھا کوئی غور نہ کیا حالانکہ نبوت کی وجہ سے ہی وہ رسول کہلاتے تھے۔



## باب دوم

عیسائیوں کا پہلے مشرکوں کی نقل کر کے حضرت مسیح کا رجبہ  
بڑھا کر اٹھیں اپنا خدا ٹھہرانا

بلاشبہ جن قوموں نے رسولوں کی رسالت پر غور کیا ان میں اکثر لوگوں نے ان کی تعریف  
میں اتنے مبالغے کیے کہ اٹھیں خدا کا اوتار سمجھ کر اپنا خدا ہی بنا لیا۔ حضرت عیسیٰؑ کی مثال اس  
پر گواہ ہے۔ حالانکہ انبیاء و لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے بندے بنانے کے لیے مبعوث کیے

۱۔ حالانکہ خدا کا اوتار یعنی مجسم خدا بھی کبھی لوگوں کی پیروی کے لیے کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔  
کیونکہ انسانی جنس سے نہیں ہوتا۔ لہذا انسانوں کی پیروی کے لیے ایک انسان ہی اسوۂ  
حسنہ کا کام دے سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول ہمیشہ بشر ہی ہوتے رہے۔ اگرچہ منکرین  
حق ہمیشہ ان کی بشریت پر اعتراض ہی کرتے رہے۔ جس کی تہہ میں یہ عرض ہوتی کہ اپنے  
جیسے انسان کی پیروی نہ کرنے پائیں۔ گویا تکبر کر کے وحی رسالت سے منہ پھرتے تھے  
اور پیغام الہی کو جھٹلاتے تھے۔

۲۔ حالانکہ عیسائیوں کو بھی دین میں مبالغہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا  
تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَ  
ضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ کہہ اسے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات  
کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ پر)



جاتے تھے نہ کہ اپنے بندے بنانے کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ  
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا  
عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا  
رَبَّانِيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا  
كُنْتُمْ تُدْرَسُونَ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ  
تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا  
أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ  
مُسْلِمُونَ

کسی بشر کے لیے (شایاں) نہیں کہ اللہ  
اُسے کتاب اور حکم اور نبوت دے پھر وہ  
لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے  
ہو جاؤ۔ لیکن (وہ کہتا ہے) تم ربانی ہو جاؤ  
اس کے لیے تم کتاب سکھاتے تھے۔ اور اس  
کے لیے کہ تم (اُسے) پڑھتے تھے اور نہ یہ کہ  
وہ تم کو حکم دے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خداوند  
بنا لو کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا اس کے بعد کہ

تم مسلم ہو چکے ہو۔ (۳۳-۳۹)

(ال عمران ۸۷)

چنانچہ حضرت مسیح بھی اپنی زندگی بھر میں لوگوں کو یہی کہتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت

۱۔ خدا خود بھی رسول کو بشر ہی کہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹) راہ سے بھٹک گئے (۵-۷) چونکہ عیسائیوں نے اپنے مذہب میں بہت سا  
غلو کر کے حضرت مسیح کو نبی اور رسول کے درجہ سے بڑھا کر اپنا خدا بنا لیا اور پہلے کافروں کی نقل کر  
کے حضرت مسیح ابن آدم یعنی یوسف کے بیٹے کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا۔ لہذا قرآن مجید میں بڑے لڑے  
اس کی تردید کی گئی ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ  
ابْنُ مَرْيَمَ ط قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَأَنَّهُ  
وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (الدُّعَاءُ) وہ یقیناً کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے کہہ دے کس کو  
اللہ کے مقابلے میں کچھ بھی اختیار ہو جب اللہ نے مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور ان سب کو جو زمین میں تھے  
ہلاک کرنے کا ارادہ کیا (۵-۱۷) حقیقتہً نہ صرف حضرت مسیح اور ان کی والدہ محترمہ بلکہ اس وقت کے تمام لوگ  
وفات پا گئے۔ اب مسلمانوں کا یہ کہنا کہ اس قرآنی آیت کی مدد سے اُس زمانے کے سب (بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

جو میرا اور تمہارا رب ہے یہ آیات اس پر شاہد ہیں:

یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ

ابن مریم ہی اللہ ہے اور مسیح نے کہا اے بنی

هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ

اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب

يَبْنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَ

ہے جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو اللہ نے

رَبِّكُمْ ط إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ

اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا

حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ

آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔

النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ-

(۵-۷)

(المائدة ع ۱۰)

اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم!

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنَ

کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری

مَرْيَمَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي

ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنا لو۔ کہا تو پاک ہے

وَأُمِّي إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ط قَالَ

مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے

سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ

حق نہیں اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو تجھے ضرور

مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ط إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ

اس کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں

فَقَدْ عَلِمْتَهُ ط تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي

ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ أَنْتَ

تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں

عَلَّامُ الْغُيُوبِ ه مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا

(بقیہ ماثیہ صفحہ ۲۰) سب لوگ تو فرگئے مگر حضرت مسیحؑ ابھی تک زندہ ہیں۔ سر اسر جہالت ہے۔ کیونکہ

اللہ تعالیٰ کو سب سے پہلے حضرت مسیحؑ کو وفات دے کر اس کی اٹھ بیست کی تردید کرنا منظور تھا اسی وجہ

سے ان کا نام پہلے ہی رکھا گیا اور وفات بھی پہلے ہی دی۔ اگر ان کی وفات قرآن کریم سے ثابت نہیں ہو

سکتی تو پھر ان کی والدہ مکرہ اور اس زمانے کے دوسرے لوگوں کی وفات کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدة ع) یقیناً وہ کافر ہیں (باقی صفحہ ۲۱ پر)

نے اُن سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تُو نے مجھے  
حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا  
رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں  
اُن میں تھا۔ پھر جب تُو نے مجھے وفات دے  
دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تُو ہر چیز پر

مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُ وَاللَّهُ رَاقِيٌ وَ  
رَبُّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ  
فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ  
الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

گواہ ہے۔ (۵-۱۱۶، ۱۱۷)

(المائدہ ۱۶ع)

مذکورہ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے زندگی بھر میں اپنی امت  
کو یہی تعلیم دی تھی کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور وہ لوگوں کی خدا پرستی پر  
گواہ تھے جب تک اُن میں رہے جیسا کہ اُن کا اپنا بیان ہے: ”میں اُن پر گواہ تھا جب  
تک میں اُن میں تھا“ یعنی جب تک میں اُن میں زندہ تھا جس کی سند خود قرآن مجید کی وہی  
آیت میں موجود ہے مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم ۲) پس صاف ثابت ہوتا ہے  
کہ جو معنی حَيًّا کے ہیں وہی معنی فِيهِمْ کے ہیں۔ اس کے بعد ہے ”فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي“

(بقیہ صفحہ ۲۱) جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے“ بلاشبہ ایک بشر کی طرف خدائی صفات منسوب  
کرنا ہی کفر ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثَةٌ ثَلَاثَةٌ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ ط  
وَإِنْ لَمْ يَبْتَهُوا مِمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ عَذَابِ آيَاتِنَا ۚ يَتَّبِعُهُمُ الْيَأْسُ ۚ يَقِينًا ۚ وَكَانَ كَافِرِينَ جہتے ہیں  
کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور مبود تو سوائے ایک مبود کے کوئی نہیں اور اگر وہ اس سے درک نہیں لگے  
جو کہتے ہیں تو ضرور اُن کو جو ان میں سے کافر ہیں دروناک عذاب پہنچے گا۔ (المائدہ ۵-۷)

حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے کی تردید: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ  
النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ط  
قَاتَلُوا اللَّهَ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ (التوبہ ۵) اور یہودی کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے  
ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ اُن کے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ اُن کی بات کی نقل (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ پر)

تو اس سے اور بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ سے حیا ہی مراد تھی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جب تک میں ان میں تھا یعنی زندہ تھا تو میں ان پر شاہد تھا، پھر جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا، چنانچہ انجیل شریف کی مندرجہ ذیل آیات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے:

(۱) "تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر" (متی ۲-۱۰)

(۲) "اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" (مقس ۱۲-۲۹)

(۳) اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھے خدا سے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح

کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں" (یوحنا، ۱-۳)

(۴) "جب تک میں ان کے ساتھ رہا میں نے تیرے اس نام کے وسیلے سے

جو تو نے مجھے بخشا ہے ان کی حفاظت کی۔ میں نے ان کی نگہبانی کی۔ (یوحنا، ۱-۱۲)

غرضیکہ سران مجید اور مقدس انجیل دونوں اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی اُمت ان کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) کرتے ہیں جو پہلے کافر ہوئے اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں سے الٹے پھرے

جاتے ہیں (۹-۳۰) حقیقتاً عیسائیوں کا حضرت مسیح کو اللہ کا بیٹا کہنا ان کے منہ کی بات ہے

جس میں کوئی صداقت نہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہتے رہے وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ

الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا ————— (بنی اسرائیل ۱۲۶) اور کہہ سب تعریف اللہ تعالیٰ

ہی کے لیے ہے جس نے بیٹا نہیں بنایا (۱۱۱-۱۱۱) اَلَا اِنَّهُمْ مِّنْ اَفْكِهَمْ كَيْقُولُوْنَ

وَلَدَ اللّٰهِ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (الصّٰفّٰت ۱۵) (دیکھو وہ اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر) بنا کر

کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں (۳۷-۱۵۱، ۱۵۲) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (الاخلاق ص ۱) کہہ وہ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے

نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے (۱۱۲-۱۱۲) اللہ تعالیٰ کا بیٹے سے انکار کرتا ہی

ثابت کرتا ہے کہ اس نے حضرت مریم کو بغیر مرد کے اپنی قدرت سے حمل (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲)



زندگی بھر میں خدا کی توجید پر قائم رہ کر اسی کی عبادت کرتی تھی مگر اُن کی وفات کے بعد  
عیسائیوں نے اُن کی طرف خدائی صفات منسوب کر کے انھیں اپنا خدا ٹھہرایا حالانکہ  
وہ اپنے آپ کو ہمیشہ نبی اور رسول ہی کہہ کر پکارتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید اور انجیل  
شریف سے ثابت ہوتا ہے:

(عیسیٰ نے) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں،

قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللَّهِ فَقَدْ اتَّبَعْتُ

اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا۔

(۱۹۱-۳۹)

(مذہب ۲)

اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی  
اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

يَبْنِي إِسْرَائِيلَ اِنِّي رَسُولُ اللَّهِ

(۶۱-۶)

إِلَيْكُمْ۔ (الصفح ۱۴)

”مگر یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت  
نہیں ہوتا“ (متی ۱۳-۵۷) اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ، خدائے واحد اور برحق

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) نہیں کیا، کیونکہ یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ حضرت مریم کو بغیر خداوند کے خود اپنی  
قدرت سے حمل کرے مگر بعد ازاں اس حمل سے پیدا شدہ بیٹے کا انکار کر دے۔ نہ صرف اللہ تعالیٰ  
نے عیسائیوں کے باطل عقائد کی تردید کی ہے بلکہ رسول اللہ نے بھی۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے۔  
ابن جریر نے ربیع سے ایک روایت بیان کی ہے کہ نصاریٰ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے  
اور عیسیٰ ابن مریم کے متعلق بحث کی اور کہا اگر وہ خدا کا بیٹا نہیں تو اس کا باپ کون ہے؟ تو اس  
وقت آنحضرت نے مندرجہ ذیل جوابات دیے:

پہلا جواب:۔ فقال الستم تعلمون انه لا يكون والدا وهو يشب اباہ قالوا بلی فرمایا کیا

تم نہیں جانتے کہ کوئی بیٹا نہیں مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے انھوں نے کہا ہاں۔

دوسرا جواب:۔ قال الستم تعلمون ان الله حي لا يموت وان عيسى ياتي عليه الفنا قالوا بلی

کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں“ (یوحنا ۱۷-۳) اب عیسائیوں کا حضرت مسیح کو خدا مٹھرا نا ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ لوگوں کا کسی بادشاہ کے سفیر کو ہی بادشاہ سمجھ لینا۔ جیسے سفیر کو بادشاہ بنا نا کم عقلی کا نشان ہے۔ اسی طرح خدا کے رسول کو بھی خدا بنا لینا کم عقلی کا نشان ہے بلاشبہ حضرت مسیح کی صحیح تعلیم کو ان کی وفات کے بعد بگاڑا گیا جیسا کہ رسول اللہ کا بھی ارشاد ہے:

اور میری امت کے کچھ لوگ حاضر کیے جائیں گے ان کو بائیں جانب (دوزخ کی طرف) لے چلیں گے میں عرض کروں گا پروردگار یہ تو میرے پیارے اصحاب ہیں۔ جواب ملے گا تم نہیں جانتے تمہارے بعد جو انھوں نے نئی نئی باتیں (بدعتیں) نکالیں اُس وقت میں یہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰ) نے کہا کہ میں جب تک ان میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو یہی ان کا نگہبان تھا۔ (بخاری کتاب الانبیاء)۔

وانه يجاء برجال من امتي  
فيؤخذ بهم ذات الشمال فاقول  
يا رب اصحابي فيقال انك لا  
تدرى ما احدثوا بعدك فاقول  
كما قال العبد الصالح وَكُنْتُ  
عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ  
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ  
الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔

رہقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہمیشہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور عیسیٰ پر قائل، انھوں نے کہا ہاں۔

تیسرا جواب: قال الستم تعلمون ان ربنا قيم على كل شيء يحفظه ويدينه قالوا بلى فهل يندك عيسى شيئا من ذلك قالوا لا فرما رسول اللہ نے کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس کی نگہبانی کرتا ہے اور حفاظت کرتا ہے اور اس کو رتق دیتا ہے انھوں نے کہا نہیں۔ (رہقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ پر)۔

بلاشبہ حضرت نبی کریمؐ کا اپنے حق میں بھی انھی الفاظ کو دہرانا صاف ثابت کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی امت بھی اُن کی وفات کے بعد بگڑے گی اور اسی طرح سے آپ کی امت بھی آپ کی وفات کے بعد بگڑے گی۔ اس بین آیت اور اس حدیث صریح کے ہوتے ہوئے بھی حضرت عیسیٰ کی وفات کا انکار کرنا گویا نصوص صریحہ کو رد کرنا ہے اب حضرت محمدؐ کے قول **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي** کا یہ ترجمہ کرنا کہ جب تو نے مجھے وفات دی اور حضرت عیسیٰ کے قول **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي** کا یہ ترجمہ کرنا کہ جب تو نے مجھے زندہ آسمان پر اٹھایا، سرسرمولوی صاحبان کی جہالت ہے اور حقیقتاً یہی لوگ مسلمانوں کے زوال کا باعث ہیں کیونکہ نہ تو خود عقل سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو لینے دیتے ہیں۔ غرضیکہ حضرت مسیح اور حضرت محمدؐ ہر دو کی تعلیم کو اُن کی امتوں نے ان کی وفات کے بعد بگاڑا جس کا انہیں کوئی علم نہیں۔ اب اگر حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئیں جیسا کہ عام طور پر عیسائی اور اہل اسلام کہتے ہیں تو پھر انہیں اپنی امت کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵)۔ چوتھا جواب:۔ **الستم ان الله لا يخفى عليه شيء في الارض ولا في السماء قالوا بلى فهل يعلم عيسى شيئا من ذلك الا ما علم قالوا لا** اشخصت صلعم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے انھوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا عیسیٰ کوئی بات جانتا ہے سوائے اس کے جس کا اسے علم دیا گیا ہے انھوں نے کہا نہیں۔

پانچواں جواب:۔ **قال فان ما بنا صوم عيسى في الروح كيف يشاء فهل تعلمون ذلك قالوا بلى**۔ آپ نے فرمایا ہمارے رب نے عیسیٰ کی صورت جس طرح چاہا رحم میں بنائی کیا تم اسے نہیں جانتے؟ انھوں نے کہا ہاں۔ **چھٹا جواب:۔ قال الستم تعلمون ان ربنا لا ياكل الطعام ولا يشرب الشراب ولا يحدث المحدث قالوا بلى**۔ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب کھانا نہیں کھاتا اور نہ پانی پیتا ہے اور نہ قضاے حاجت کرتا ہے انھوں نے کہا ہاں۔ ساتواں جواب:۔ **قال الستم تعلمون ان عيسى حملته امرأة كما تحمل المرأة و** (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶ پر)۔

حال دیکھ کر اس بات کا علم ہو جائے گا کہ عیسائیوں نے خدا کو چھوڑ کر ان کو اور ان کی والدہ  
مکرمہ کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تو ایسی صورت میں ان کی مندرجہ بالا گواہی جو قیامت کے دن  
ہوگی جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ باوجود عیسائیوں کے شرک کا علم ہو جانے کے وہ اپنی لاعلمی  
ظاہر کریں گے جو ایک نبی کی شان کے شایان نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ حضرت عیسیٰؑ کی گواہی صرف  
اس دیکھے ہوئے زمانہ کی جس میں عیسائی توحید پر قائم تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے  
تھے قرآن پاک میں موجود ہے مگر دوبارہ آنے پر اس دیکھے ہوئے زمانہ کی جس میں  
عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ محترمہ کو خدا بنا رکھا تھا کوئی گواہی نہیں جس  
سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یا تو حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے یا انہوں نے  
اپنی امت کے چشم دید مشرکانہ واقعات کی گواہی کو چھپایا اور جو گواہی کو چھپاتا ہے تو اس  
کا دل ضرور گنہگار ہوتا ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ  
يَكْتُمُهَا فَإِنَّهُ إِثْمٌ قَلْبُهُ (البقرہ ع ۳)

اور گواہی کو نہ چھپاؤ جو شخص اسے چھپاتا ہے  
تو اس کا دل ضرور گنہگار ہوتا ہے (۲۸۳-۲)

ریقہ صفحہ ۲۶) وضعتہ کما تضع المرأة ولداها وغذی کما یغذا الصبی ثم  
کان یطعم الطعام ویشرب الشراب و یحدث الحدیث قالوا بلی۔ آپ نے فرمایا  
کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰؑ کو ایک عورت نے حمل میں لیا جس طرح عورت حمل میں لیا کرتی ہے پھر اس کو  
جنا جس طرح عورت اپنا بچہ جنا کرتی ہے پھر اس کو غذا دی گئی جس طرح بچوں کو غذا دی جاتی ہے پھر وہ  
کھانا کھاتا تھا اور پانی پیتا تھا اور پانہ کرتا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اٹھواں جواب: فقال  
فکیف یكون کما منعمتم۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا پھر جو تم دعویٰ کرتے ہو کہ عیسیٰؑ خدا اور خدا  
کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ (تفسیر آل عمران۔ طبقات ابن سعد۔ تفسیر کبیر رازی طبری۔ تفسیر ابن جریر۔  
تفسیر روح المعانی)۔ اب رسول اللہ کے مندرجہ بالا جوابات پر غور کیجئے کہ کس حکمت اور فلسفہ سے عیسائیوں  
کے باطل عقائد کی تردید کی گئی ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ پر)۔



ایسی حالت میں بجائے حضرت عیسیٰؑ کو گنہگار ٹھہرانے کے بہتر یہی ہے کہ اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ نہ وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور نہ ہی اپنی امت کی مشرکانہ حالت کو دیکھیں گے جیسا کہ مقدس انجیل سے بھی ثابت ہوتا ہے "تھوڑی دیر باقی ہے کہ دنیا مجھے پھرنے دیکھے گی" (یوحنا ۱۲-۱۹) "میں آگے کو دنیا میں نہ ہوں گا" (یوحنا ۱۱-۱۱) لہذا ان کی وہ گواہی جو قرآن میں مذکور ہے سچی رہے گی کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو ان کی زندگی میں خدا نہیں ٹھہرایا بلکہ ان کی وفات کے بعد جیسا کہ ان کے اس قول "پھر جب تو نے مجھے وفات سے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا، سے ثابت ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اپنی وفات کے بعد اس بات کا کوئی علم نہیں کہ ان کی امت نے ان کی وفات کے بعد کیا کیا شرک کیا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی امت نے کیا کیا بدعتیں نکالیں اور کون کون سے فتنے برپا کیے۔



(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶) حضرت آدمؑ کی طرح بنیر باپ کے پیدا ہونے سے تھے یا حضرت مریمؑ کو بنیر مرد کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا تھا۔ کیونکہ ایسے دلائل سے عیسائیوں کے غلط عقائد پر کوئی رد نہیں رہ سکتی۔ دراصل عیسائیت کی بنیاد اس مبالغے پر ہے کہ حضرت مریمؑ کنواری کو بنیر مرد کے چھوٹنے کے حمل ہوا بھی وجہ ہے کہ جناب رسالت مآب نے عیسائیوں کو ایسا قاطع اور مدلل جواب دیا جس سے ان کی مذہب کی بنیاد کو ہی گرا دیا کہ حضرت مریمؑ نے اسی طریقے سے حمل لیا جس طرح اور عورتیں لیتی ہیں۔ گویا حضرت مریمؑ کنواری نہ رہیں بلکہ شادی ہوئی اور اپنے خاوند سے ہی حمل لیا۔ اگر ان کو خدا کی قدرت سے بنیر نطفہ کے ہی یا کسی اور غیر معمولی طریقے سے حمل ہوا ہوتا تو پھر آنحضرتؐ ان کے حمل کے متعلق دوسری عورتوں کے حمل کی مثال ہرگز نہ دیتے۔ اب رسول اللہؐ کے ایسے مدلل جواب کو جھٹلانا یقیناً ایک بگس ایمان کا نشان ہے۔

# باب سوم

## حضرت عیسیٰ کی تنعم اور غلو کرنے والے عیسائیوں کی

### تعلیم کا موازانہ

حقیقتہً عیسائی حضرت عیسیٰ کے متعلق بہت سے مبالغے کرتے ہیں اور انہیں اپنا معبود بنا کر ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اور اپنی مشکلات میں ان سے دعائیں مانگتے ہیں۔ حالانکہ انجیل شریف اور قرآن مجید دونوں اس پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح کو نفع اور نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ ذیل کی آیات اس پر شاہد ہیں ”اس وقت زبدی کے بیٹوں کی ماں نے اپنے بیٹوں کے ساتھ اُس کے سامنے

لے۔ ایسا کرنے پر اہل اسلام عیسائیوں کو تو کافر کہتے ہیں جس کے ثبوت میں یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں: اَفَحَسِبَ الَّذِينَ اَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُوْنِنَا اَوْلِيَاءَ اِنَّا اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ نُزُلًا (الکہف ع ۱۲) تو کیا جو کافر ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ میرے مقابل میں میرے بندوں کو کارساز بنائیں، ہم نے دوزخ کو کافروں کے لیے (جہانمی کے طور پر) تیار کیا ہے (۱۸-۱۰۲) مگر افسوس! وہ مسلمان جو بیہوشی اور پیروی سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں اور انہیں اپنی مشکلات میں پکارتے ہیں۔ ہرگز اسی آیت کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کرتے۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ جب جرم مساوی ہے تو پھر سزا مساوی کیوں نہ ہو۔ کیا ایسے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جہنم میں نہ جائیں گے۔ حقیقتہً ایسے مسلمان اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب اللہ تعالیٰ عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲ پر)

سجدہ کیا اور اس سے کچھ عرض کرنے لگی۔ اس نے اس سے کہا تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے اس سے کہا فرما کہ یہ میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں تیری دہنی اور بائیں طرف بیٹھیں۔ یسوع نے جواب میں کہا.... اپنے دہنے بائیں کسی کو بھٹانا میرا کام نہیں۔ مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا اُن ہی کے لیے ہے“ (متی ۲۰-۲۳) اسی طرح قرآن پاک بھی کہتا ہے کہ حضرت مسیح کو نفع اور نقصان دینے کا کوئی اختیار نہ تھا۔

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ  
مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا  
وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

کہہ کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے  
ہو جس کو نہ تمہارے نقصان کا اختیار ہے  
اور نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا اور جاننے

والا ہے۔ (۵-۷۶)

(المائدہ ع ۱۰)

بلاشبہ مقدس بائبل کی پُر حکمت اور نصیحت آمیز تعلیم کو بہت بڑی طرح بگاڑا گیا ہے جس کے ثبوت میں ذیل کی آیات پیش کی جاتی ہیں:

(۱)۔ ”تم کیونکہ کہتے ہو کہ ہم تو دانش مند ہیں اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے؛ لیکن

دیکھ لکھنے والوں کے باطل قلم نے بطالت پیدا کی ہے“ (یرمیاہ ۸-۸)

(۲)۔ پر خداوند کی طرف سے بار نبوت کا ذکر تم کبھی نہ کرنا۔ اس لیے کہ ہر ایک آدمی کی اپنی ہی باتیں

اُس پر بار ہوں گی۔ کیونکہ تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا

ہے“ (یرمیاہ ۲۳-۲۶)

ر بقیہ ماشیہ صفحہ ۲۹) دعائیں مانگنے پر کافر ٹھہراتا ہے تو پھر ولیوں اور پیروں سے دعائیں مانگنے والوں

کو کیونکہ کافر نہ ٹھہرائیے۔

۱۷۔ چونکہ مقدس بائبل کی تعلیم کو بگاڑا گیا ہے۔ اس لیے قرآن کریم بطور مصدق اور مہین کے نازل کیا

گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّئًا عَلَيْهِ <sup>(البقرہ)</sup> اور ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ (بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

(۳) - اور یہ بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے اگر وہ جدا جدا لکھتے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لیے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔ (یوحنا ۲۱-۲۵)

(۴) - کیونکہ ہمارا علم ناقص ہے اور ہماری نبوت ناتمام جب کامل آئے گا تو ناقص جانا رہے گا۔ (راکرتھیوں ۱۳-۱۹-۱۰)

(۵) - غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا۔ (عبرانیوں ۷-۱۸)

(۶) - آئندہ کو صرف پانی ہی نہ پیا کر بلکہ اپنے منہ اور اکثر کمزور رہنے کی وجہ سے ذرا سی فی بھی کام میں لایا کر (انتھیس ۵-۲۳)

(۷) - دیکھو میں پورس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ (گلٹیوں ۵-۲)

حالانکہ حضرت مسیح کا ختنہ کرایا گیا تھا جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ (لوقا ۲۱-۲۲) غرضیکہ عیسائیوں نے اپنے باطل عقائد اور مبالغوں کی خاطر حضرت عیسیٰ کی تعلیم کو خوب بگاڑا۔ چنانچہ ان کی صحیح تعلیم اور غلو کرنے والے عیسائیوں کی غلط تعلیم کا موازنہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ ایک تو عیسائی اس آیت "سب باتوں کو از ماؤ جو اچھی ہو اسے پکڑے رہو" (متھینیوں ۵-۲۱) پر عمل کر کے صحیح تعلیم کو اختیار کر لیں اور دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کس ولیری کے ساتھ حضرت مسیح کی تعلیم کو بگاڑا گیا ہے۔ چونکہ صحیح تعلیم کو بگاڑنا ایک بڑا بھاری جرم ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں

(بقیہ ماضیہ صفحہ ۳۵) اتاری اس کی تصدیق کرتی ہوئی جو اس سے پہلے کتاب میں سے ہے اور اس پر نگہبان (۵-۲۵) بلاشبہ قرآن مجید سابقہ کتب کا محافظ ہے۔ ان کی اصلی تعلیم کی حفاظت کرتا ہے اور جو ان میں تحریف ہوئی اس کو غلط ٹھہراتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ جس بات کی قرآن حکیم تصدیق کر دے وہ تو سچی اور جس بات کی تردید کر دے وہ قطعاً جھوٹی۔ کیونکہ یہ کامل کتاب ہے، بائبل کی طرح ناقص نہیں۔



کو احادیث شریف میں "المسیح الدجال" کے نام سے پکارا گیا ہے اور ان کے فتنہ سے بچنے کے لیے یہ دعا بھی سکھلائی گئی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ۔  
 اے اللہ میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ) دراصل مسیح دجال وہی شخص ہوتا ہے جو حضرت مسیح کی صحیح تعلیم کو بگاڑ کر لوگوں کو غلط راستے پر ڈالے اور انہیں گمراہ کرے۔ مثلاً حضرت مسیح نے ساتھ مرتبہ سے بھی زیادہ اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہا۔ اب جو لوگ انہیں خدا کا بیٹا یا اللہ کا معجزہ ٹھہراتے ہیں وہ مسیح دجال ہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود ایسی دعا سکھلانے جانے کے پھر بھی اکثر مسلمان عیسائیوں کی طرح حضرت عیسیٰ کی نسبت مبالغہ کرتے ہیں۔ اور حضرت مسیح کی تعلیم کو چھوڑ کر غلو اور مبالغہ کرنے والے عیسائیوں کی تعلیم کو فوراً مان لیتے ہیں اور انہیں کے عقائد رکھتے ہیں۔ جو سراسر نہ صرف قرآن مجید بلکہ مقدس بائبل کی تعلیم کے بھی خلاف ہیں۔ ذیل کے موازنہ پر خوب غور کیجئے۔

غلو کر نیوالے عیسائیوں کی تعلیم

(۱)۔ حضرت مسیح (نعوذ باللہ) خدا تھا۔

کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اسی میں ختم

ہو کر سکونت کرتی ہے۔ (گلستون ۲-۹)

”مطلب یہ ہے کہ خدا نے مسیح میں ہو کر

اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کر لیا۔

(دیکھتھیون ۵-۱۹) صاف

صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ مسیح میں حلول کر

محدود ہو گیا۔

حضرت مسیح کی تعلیم

(۱)۔ حضرت مسیح ایک انسان تھا۔

”اے امر ایلیو ایہ باتیں سنو کہ یسوع نامہری ایک

انسان تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر

ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے

ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم کھائے“

(اعمال ۲-۲۲)

(۲)۔ حضرت مسیح کا باپ تھا۔

”ابن آدم کھاتا پیتا آیا (متی ۱۱-۱۹)

۷۔ عیسائی تو ابن آدم کا ترجمہ Son of man ہی کرتے ہیں مگر مسلمان Son of woman

غلو کہ نبیوں کی تعلیم

(۲) حضرت مسیح کا باپ نہ تھا

”اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہو گئی

(متی ۱-۱۸)

یہ آیت (اعمال ۲-۳) کی پیش گوئی کے قطعاً خلاف ہے کیونکہ حضرت مسیح کو داؤد کی نسل سے پیدا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح داؤد کی پیش گوئی کے مطابق باپ سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ سینٹ پال لکھتا ہے۔

(۳) حضرت مسیح نمود بالذہن خدا کا بیٹا تھا ”جو محبت خدا کو ہم سے ہے۔ وہ اُس کے ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا ہے تاکہ ہم اس کے سبب سے

زندہ رہیں (۲-۹)

حضرت مسیح کی تعلیم

وہ اسے دیکھ کر حیران ہوئے اور اس کی ماں (مریم) نے اسے (مسیح) سے کہا بیٹا! تو نے کیوں ہم سے ایسا کیا؟ دیکھتیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے (لوقا ۲-۴۸)

”پس نبی ہو کر اور یہ جان کر خدا نے مجھ سے قسم کھائی کہ تیری نسل سے مسیح کو تیرے تخت پر بٹھاؤں گا (اعمال ۲-۳۰) خداوند یسوع مسیح جسم کے اعتبار سے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہوا (رومیوں ۱-۳)

(۴) حضرت مسیح یوسف کا بیٹا تھا۔ فلپس نے تین ایل سے بل کر اُس سے کہا کہ جس کا ذکر موسیٰ نے تورات میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا وہ یوسف کا یسوع

نامی ہے۔ (یوحنا ۱-۴۵)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲ کرتے ہیں تاکہ حضرت مسیح کا باپ ثابت نہ ہونے پائے مگر قرآنی الفاظ یا بنی آدم کا ترجمہ بجائے عورت کی اولاد کے آدم کی اولاد ہی کرتے ہیں اور سب لوگوں کا باپ مان لیتے ہیں مگر جب حضرت مسیح خود اپنے آپ کو ابن آدم کہہ کر پکارتے ہیں تو پھر یہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲)

(۴) حضرت مسیح خدا کے برابر تھا۔  
 ”میں اور باپ ایک ہیں“ (یوحنا، ۱۰: ۳۰)  
 اس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا۔ خدا کے  
 برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ  
 سمجھا (فلیپیوں ۲-۴)

(۵) حضرت مسیح کو سب اختیار تھا۔  
 باپ بیٹے سے محبت رکھتا ہے اور اس  
 نے سب چیزیں اُس کے ہاتھ میں دے  
 دی ہیں۔“

(یوحنا ۳-۳۵)

(۶) حضرت مسیح کی بادشاہی ہوگی۔  
 ”وہ بزرگ ہوگا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا  
 اور خداوند تعالیٰ اُس کے باپ داؤد کا

(۴) حضرت مسیح خدا کے برابر نہ تھا۔  
 میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تو کہ اپنے باپ  
 سے بڑا نہیں ہوتا اور نہ بھیجا ہوا اپنے  
 بیٹھے والے سے (یوحنا ۱۳-۱۶) کیونکہ  
 باپ مجھ سے بڑا ہے (یوحنا ۱۴-۱۸)  
 (۵) حضرت مسیح کو کچھ اختیار نہ تھا۔

”لیکن اپنے داہنے بائیں کسی کو بھٹانا میرا  
 کام نہیں۔ مگر جن کے لیے میرے باپ کی  
 طرف سے تیار کیا گیا ان ہی کے لیے ہے“  
 (متی ۲۰-۲۳)

(۶) حضرت مسیح کی بادشاہی نہیں

”یسوع نے جواب دیا کہ میری بادشاہی  
 اس دنیا کی نہیں۔ اگر میری بادشاہی دنیا کی

(یقینہ حاشیہ صفحہ ۳۳) کہہ دیتے ہیں کہ ان کا باپ نہ تھا اسی کا نام دجالیت ہے جو ایسے مسلمانوں کو عیسائیوں  
 کے ورثہ میں ملی ہے علاوہ ازیں جب قرآنی الفاظ ”یا بنی اسرائیل“ (سورہ بقرہ ۵) کی رو سے تمام  
 اسرائیلیوں کا باپ مانا جاتا ہے اور حضرت مسیح بھی ایک اسرائیلی تھے تو پھر ان کا باپ ماننے سے  
 کیوں انکار کیا جاتا ہے جب کہ ان کی والدہ محترمہ خود دیرسٹ اسرائیلی کو ان کا باپ ٹھہراتی ہے۔۔۔  
 (لوقا ۲-۲۸) مسیح تو خود کہتے ہیں کہ میں آدم کا بیٹا ہوں مگر عیسائی یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا تھا  
 جس پر یہ مثال صادق آتی ہے۔ ”مدنی سست اور گواہ چست“ حالانکہ حضرت مسیح نے عمر بھر  
 کبھی یہ نہیں کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔

ہوتی تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں  
کے حوالہ نہ کیا جاتا مگر اب میری بادشاہی یہاں  
کی نہیں۔“

(یوحنا ۱۸-۳۶)

(۷) حضرت مسیح صلیب پر نہ مرے۔ ”اس نے  
اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے  
پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اسی سے دعائیں اور  
التحائیں کہیں جو اس کو موت کے منہ سے بچا سکتا  
تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سستی  
گئی (عزانیوں)۔“

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی دعائیں سنی گئیں اور وہ  
صلیب کی موت سے بچ گئے چنانچہ صلیب کے واقعہ کے بعد

نے اپنے زخمی نشان بھی دکھائے یہ آیت اس  
پر گواہ ہے ”پھر اس نے تو ما سے کہا اپنی انگلی  
پاس لاکر میرے ہاتھوں کو دیکھ کر اور اپنا ہاتھ  
پاس لاکر میری پسلی میں ڈال اور بے اعتقاد  
نہ ہو بلکہ اعتقاد رکھ۔“ (یوحنا ۲۰-۲۷) کہ میں  
صلیب پر نہیں مرا اور نہ میں لعنتی ہوا۔ گویا  
میں خدا کا مقرب ہوں۔“

(۸) حضرت مسیح گناہوں کا کفارہ نہ تھا۔

تحت اسے دے گا اور وہ لعینوں کے  
گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا۔  
اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہو گا۔

(لوقا ۱-۳۲-۳۳)

(۹) حضرت مسیح صلیب پر مر گئے۔ ”یسوع نے  
پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی۔“  
(متی ۲۷-۵۰) ”پھر یسوع نے بڑی آواز  
سے پکار کر کہا اے باپ! میں اپنی روح تیرے  
ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے  
دیا۔“ (لوقا ۲۳-۴۶)

”مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں  
مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑا دیا۔  
کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا  
وہ لعنتی ہے (گلٹیون ۳-۱۳)۔“ کیونکہ جو  
پھانسی دیا جاتا ہے وہ خدا کا ملعون ہے۔“  
(اشتنا ۲۱-۲۳)

عیسائی کہتے ہیں کہ صلیب پر مرنے کی وجہ  
سے حضرت مسیح لعنتی ہوئے گویا خدا کی  
رحمت سے دور ہو گئے اور صلیب کی موت  
سے بچنے کی دعائیں قبول نہ ہوئیں۔

(۱۰) حضرت مسیح گناہوں کا کفارہ نہ تھا۔



”چنانچہ ابن آدم اس لیے نہیں آیا کہ خدمت  
لے بلکہ اس لیے کہ خدمت کرے اور  
اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے“  
(متی ۲۰-۲۸)

”دوسرے دن اس نے یسوع کو اپنی  
طرف آتے دیکھ کر کہا۔ دیکھو یہ خدا کا ترہ  
ہے جو دنیا کا گناہ اٹھالے جاتا ہے۔“  
(یوحنا ۱-۲۹)

”اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے  
اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام  
دنیا کے گناہوں کا بھی (یوحنا ۲-۲)۔“

”یہ بات سچ اور ہر طرح سے قبول کرنے  
کے لائق ہے کہ یسوع مسیح گنہگاروں کو  
نجات دینے کے لیے دنیا میں آیا جن میں  
سب سے بڑا میں ہوں۔“ (تیمتھس ۱-۱۵)  
بلاشبہ کفارہ کا مسئلہ ہی غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح  
کی پیدائش سے پہلے لوگوں کے لیے کوئی کفارہ

نہ تھا وہ کیونکہ نجات پائیں گے نہ؟

(۹) حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے  
”غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے  
کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی وہی

”کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہی  
کے وارث نہ ہوں گے۔ قریب نہ کھاؤ نہ  
حرام کار خدا کی بادشاہی کے وارث ہونگے  
نہ بت پرست نہ زنا کار، نہ عیاشی نہ  
لوٹڈے باز۔ نہ چور۔ نہ لالچی نہ شرابی نہ  
گالیاں بکنے والے نہ ظالم“ (اکرنتھیوں  
۲-۶) ”بلکہ تو اپنی سختی اور غیر ثابت دل  
کے مطابق اس تہر کے دن کے لیے اپنے  
واسطے غضب کما رہے جس میں خدا کی  
سچی عدالت ظاہر ہوگی۔ وہ ہر ایک کو اس  
کے کاموں کے موافق بدلہ دے گا (رومیوں  
۲-۵) کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے  
کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں  
کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی ہاں عدالت  
کا ایک ہولناک انتظار اور غضب ناک آتش  
باقی ہے جو مخالفوں کو کھالے گی (عبرانیوں  
۱-۲۶)

(۹) حضرت مسیح آسمان پر نہیں اٹھائے گئے  
”اور میں اگن زمین سے اونچے پر چڑھ  
جاؤں گا تو سب کو اپنے پاس کھینچوں گا“

طرف بیٹھ گیا (مرقس ۱۶-۱۹) خدا جانے  
 آسمان پر دیکھتے کون گیا تھا کہ حضرت مسیح  
 کس طرف بیٹھے اور کس نے آکر بتلایا۔  
 (۱۰) حضرت مسیح آسمان سے اتریں گے  
 ”اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان  
 کی طرف دیکھتے ہو، یہی یسوع جو تمہارے  
 پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی  
 طرح پھر آئے گا۔“

جس طرح تم نے اُسے آسمان پر جاتے  
 دیکھا ہے (اعمال ۱-۱۱) ”دیکھو وہ باؤل  
 کے ساتھ آنے والا ہے اور ہر ایک  
 آنکھ اسے دیکھے گی اور تنہوں نے اُسے  
 چھیدا تھا وہ بھی دیکھیں گے (مکا شفا ۱۵)  
 چھیدنے والے تو بغیر دیکھے ہی مر گئے مگر  
 ان کی انتظار ہی کرنا بالکل عبث ہے۔“

حقیقتہً موجودہ اناجیل سن سنا کر نکھی گئی ہیں یہی وجہ ہے کہ انجیلوں کے مصنف  
 بھی بہت سے ہیں۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔ چونکہ بہتوں نے اس پر کرباندھی ہے کہ  
 جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے  
 جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا اس لیے  
 اے معزز قیفاؤس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک  
 ٹھیک کر کے ان کو تیرے لیے ترتیب سے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی

ریوحنا ۱۲-۱۳) صاف ظاہر ہے کہ نہ  
 حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے اور  
 نہ ہی کسی کو اپنی طرف کھینچا۔  
 (۱۰) حضرت مسیح آسمان سے نہیں اتریں  
 گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا  
 تو وہ تمہیں دوسرا مردو گا رہنے گا کہ ابد  
 تک تمہارے ساتھ رہے۔

(ریوحنا ۱۲-۱۶)

”فقوڑی دیر باقی ہے کہ دنیا مجھے پھر نہ  
 دیکھے گی“ (ریوحنا ۱۲-۱۹)

”راست بازی کے بارے میں اس لیے  
 کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم  
 مجھے پھر نہ دیکھو گے (۱۰-۱۲)

”میں آگے کو دنیا میں نہ ہوں گا (ریوحنا ۱۱)  
 حضرت مسیح نہ آئے اور نہ ہی کبھی آئیں گے۔ ان کی

ہے ان کی پختگی مجھے معلوم ہو جائے۔ (لوقا۔ ۱۔ انا۔ ۴)

بلاشبہ جو انجیل حضرت مسیح کو دی گئی تھی اس کی تعلیم کے ساتھ بہت سے انسانوں کی کلام بھی بل گئی جس کے ثبوت میں بطور مثال کے ذیل کی آیات پیش کی جاتی ہیں (۱) جو چوتھے میں ترہ آس میں کرپس کے ہاں چھوڑ آیا ہوں۔ جب تو آئے تو وہ اور کتابیں خاص کر راق کے طور لیتا آیتو۔ سکندر ٹھٹھیرے نے مجھ سے بہت برائیاں کیں (۲) تیمتھس (۱۳۲) (۱۲) اراکٹس کر تھس میں رہا اور ترنس کو میں نے میلتیس میں بیمار چھوڑا۔ جاڑوں سے پہلے میرے پاس آجانے کی کوشش کر (۲) تیمتھس (۲۰۔ ۲۰) (۳) محبت سے بوسہ لے لے کر آپس میں سلام کرو (۱) پطرس (۵۔ ۱۲) یہی وجہ ہے کہ موجودہ انجیل میں بہت سی متضاد باتیں پائی ہیں۔ اگر علمائے اسلام انجیلوں کی تعلیم کو قرآنی آیات کی کسوٹی پر پرکھتے اور جانچتے تو انہیں صاف معلوم ہو جاتا کہ کون سی تعلیم صحیح ہے اور کون سی غلط۔ چونکہ یہ ایک نہایت اہم کام تھا۔ لہذا انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ قرآنی آیات کی غیر معقول تاویلات کر کے عیسائیوں کے باطل عقائد اور مبالغوں کی تائید ہی کرتے رہے جو ان کے لیے ایک نہایت ہی آسان کام تھا مثلاً (۱) وَ لَمَّا يَمَسُّنِي بَشَرًا مَّرِيعًا (۲) سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ حضرت مریم بچہ کنواری رہیں۔ (۲) فَحَمَلَتْهُ مَرْيَمُ (ماریعہ) سے یہ استدلال کر لیا کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا اور حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ (۳) بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْنَا (النساء ۲۲) کی یہ تاویل کر لی کہ حضرت عیسیٰ بہ جسد عنقریب آسمان پر اٹھائے گئے۔ (۴) وَإِنَّهُ لَعِلْمُ السَّاعَةِ (الزخرف ع ۶) کی یہ تفسیر کر دی کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے (۵) وَ أَجْحِي الْمَوْقِ (ال عمران ع ۵) کا یہ مطلب بیان کر دیا کہ حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالتے تھے۔ (۲) غرضیکہ ایسی غیر معقول اور غلط تاویلات کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ اشاعتِ اسلام توڑ گئی اور اشاعتِ عیسویت دنیا میں بڑھ گئی۔ کیونکہ عیسائیوں کے باطل عقائد اور مبالغوں



کی تردید کرنے والے تو اہل اسلام ہی تھے مگر بد قسمتی سے وہی ان کی تائید کرنے والے بن گئے۔ اب جس غلط مذہب کی تائید کرنے والے چالیس کروڑ مسلمان ہوں وہ بھلا کیونکر دنیا میں ترقی نہ کرے۔ عقلمند حضرات کے لیے غور کرنے کا موقع ہے (دوسرا یہ) کہ عیسائی مسلمانوں میں اپنا مذہب پھیلانے میں تو بہت جلد کامیاب ہو جاتے ہیں مگر اہل اسلام عیسائیوں میں اتنے کامیاب نہیں ہوتے۔ چنانچہ تیرہ سو سال میں دوسری قوموں میں تو اسلام خوب پھیلا۔ مگر یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں میں نہ پھیل سکا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت مریم اور حضرت مسیح کے متعلق عام طور پر مسلمانوں کے وہی عقائد ہیں جو عیسائیوں کے ہیں۔ لہذا ان میں تبلیغ کیا کریں۔ (تیسرا یہ) کہ علمائے اسلام نے عیسائیوں کے مبالغوں کی قرآنی آیات کی غلط اور بے جا تاویلات سے تصدیق کر کے برا دران اسلام کو عیسائی مذہب کے دروازہ پر لا کر کھڑا کر دیا اور عیسائیوں نے یہ الفاظ ”چونکہ حضرت مریم کو روح القدس کی قدرت سے بغیر مرد کے حمل ہوا لہذا حضرت مسیح خدا کا بیٹا“ کہہ کر اپنے مذہب کا پھانک اہل اسلام کے لیے کھول دیا اور لاکھوں مسلمانوں کو جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بغیر مرد کے حمل ہوا۔ عیسائی بنا لیا جنھوں نے عیسائیوں کے ساتھ متفق ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیح خدا کا بیٹا اور دلیل یہ پیش کر دی کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کا۔ گویا ایسے مسلمان اسلام کی حالت میں تو حضرت مریم کے حمل کو بجائے کسی انسان کی طرف منسوب کرنے کے خدا کی طرف منسوب

۱۔ بلاشبہ دنیا بھر کی عورتوں کو خدا کی قدرت سے ہی حمل ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ان کے خاوند نہیں ہوتے۔ چنانچہ حضرت مریم نے بھی اسی طرح حمل کیا جیسے دوسری عورتیں لیتی ہیں (قول رسول اللہ، تفسیر آل عمران، روح المعانی) مگر افسوس آنحضرتؐ کا یہ ارشاد مبارک عیسائیوں اور مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا۔ حالانکہ یوسف کو مریم کا شوہر قرار دیا گیا ہے۔ یہ (یوسف) اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے۔ (ذمتی ۱-۱۶)



کرتے رہے۔ مگر اُس حمل سے پیدا شدہ حضرت مسیح کی اہمیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے سے قاصر رہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ سمجھ لیجئے کہ مسلمانوں کی حالت میں تو ایسے مسلمانوں کو اتنا بھی علم نہ ہو سکا کہ حضرت مسیح کی ولایت کو کس طرف منسوب کریں۔ حالانکہ بیٹا ہمیشہ حمل کرنے والے کا ہوتا ہے مگر عیسائی مذہب قبول کرنے کے بعد ایسے مسلمانوں کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ جس مہستی نے حضرت مریم کو حمل کیا وہی حضرت عیسیٰ کا باپ تھا۔ لہذا وہ خدا کا بیٹا۔ صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے حضرت عیسیٰ کے باپ کا کوئی پتہ نہ دیا۔ مگر عیسائی مذہب نے بتلا دیا۔ گویا اسلام کی کمی عیسائی مذہب نے پورا کر دیا۔

(۳)۔ حقیقت یہ تمام قصور مذہبی راہ نماؤں کا ہے جو اتنا بھی نہیں سوچتے کہ قرآنی آیات کی بے جاتاویلات عیسائیوں کو اپنے غلط عقائد کی اشاعت میں بڑی مدد پہنچا رہی ہیں چنانچہ جب سے مسلمانوں نے عیسائیت سے ٹکڑ کھانی ہے یہ اشاعت اسلام کو نقصان ہی پہنچا رہے ہیں اور اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ عیسائیوں کے باطل عقائد کی تائید کر کے وہ خدمت عیسویت کر رہے ہیں یا خدمت اسلام (چوتھا یہ) کہ عیسائیوں

۱۵۔ چنانچہ اہل اسلام صدیوں سے عیسائیوں کی نقل کر کے یہی رٹ لگا رہے ہیں کہ حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ حالانکہ جو بچہ حمل سے پیدا ہوتا ہے اس کی نسبت یہ کہنا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا کوئی عقلمندی نہیں۔ کیونکہ جو بچہ حمل سے پیدا ہوتا ہے اس کا باپ ضرور ہوتا ہے اور اس کا باپ وہی ہوتا ہے جس نے اس کی ماں کو حمل کیا۔ بہر حال عیسائیوں کو مسلمانوں کے اس عقیدے پر کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے یہ کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ جس کا باپ نہیں ہوتا اس کا باپ خدا ہوتا ہے جیسے آدم کا باپ خدا تھا (تو قاسم - ۳۸) غرضیکہ عیسائی طرح سے مسلمانوں پر غالب ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (الفتح ع ۴) کے الفاظ پر غور کیجئے۔

کو یہ کہتے کا موقع مل جاتا ہے کہ اگر ہمارے عقائد غلط ہوتے تو پھر نہ تو ان کی تائید قرآنی آیات سے کی جاتی اور نہ ہی مسلمان خود ایسے عقائد اختیار کرتے۔ دراصل ایسے مسلمان عیسائی مذہب کی اشاعت کے لیے فقہ کا کام دے رہے ہیں (پانچواں یہ) کہ عیسائی حضرت مسیح کی اُلوہیت اور اہمیت کے ثبوت میں ایسی غلط اور غیر معقول تاویلات کو بطور دلائل کے استعمال کرتے ہیں اور مسلمانوں کو لاجواب کر دیتے ہیں۔ مثلاً عیسائی یہ کہتے ہیں کہ جب خدا کا کلام انسانی کلام سے افضل ہوتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ خدائی حمل سے بغیر نطفہ کے پیدا شدہ رسول انسانی حمل سے نطفہ کے ذریعے پیدا شدہ رسول سے افضل نہ ہو۔ چونکہ حضرت مسیح غیر معمولی انسان تھے اور حضرت محمد معمولی۔ لہذا حضرت مسیح کے بالمقابل حضرت محمد پر ایمان لانے کی کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ بقول مسلمانوں کے بنیہ باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے خدا کا معجزہ تھے اور حضرت محمد باپ کے ذریعے پیدا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا معجزہ نہ تھے۔ لہذا افضل کو چھوڑ کر اولیٰ پر کس واسطے ایمان لائیں۔ غرضیکہ آج تک کوئی مسلمان عیسائیوں کے باطل عقائد اور مبالغوں کی تردید نہ کر سکا۔ سوائے سرسید احمد خان مرحوم اور مغفور کے۔ جس نے کھلے لفظوں میں علانیہ یہ کہہ دیا کہ حضرت مسیح کا باپ یوسف تھا۔ جیسا کہ ان کی والدہ محترمہ کہتی ہیں (لوقا ۲-۲۸) کیونکہ وہ انسانی نطفہ سے ہی پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّا خَلِقَ ط  
خَلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يُخْرِجُ ط  
مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ط  
پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ گراتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے جو پیٹھ اور پسلیوں کے بیچ میں نکلتا

ہے۔ (۸۶-۶۷)

اب حضرت مسیح کی پیدائش کو نطفہ سے نہ ماننا گویا قرآنی آیات کو جھٹلا کر اپنے

آپ کو اس آیت کا مصداق بنانا ہے:

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَذَّابًا-

(انبیاء ۱۷۷)

اور ہماری آیتوں کو جھوٹ قرار دیتے

ہوئے جھٹلاتے تھے۔ (۱۷۷-۱۷۸)



## باب چہارم

### خدا تعالیٰ کے صفات اور حضرت مسیحؑ کے اوصاف کا موازنہ

حقیقتاً عیسائیوں نے پہلے مشرکوں کی نقل کر کے حضرت مسیحؑ کو ان کی وفات کے بعد ان کا درجہ بڑھا کر اپنا خدا ٹھہرایا ہے اگر انھیں اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت مسیحؑ کے اوصاف کا کوئی علم ہوتا۔ تو پھر ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اب ان کی راہنمائی کے لیے ایسا موازنہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ انھیں اس بات کا علم ہو جائے کہ حضرت مسیحؑ میں خدائی صفات نہ تھتے بلکہ وہ ایک بشر رسول ہی تھے کہو کہ خالق اور مخلوق میں ہمیشہ ایک نمایاں فرق ہوتا ہے:

(۱)

خدا تعالیٰ خالق ہے۔ ”خدا نے ابتداء میں زمین اور آسمان کو پیدا کیا۔“ (پیدائش ۱-۱)

(۱)

حضرت مسیحؑ مخلوق تھے ”اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا۔ جو مسیح کہلاتا ہے۔“ (متی ۱-۱۶)

”اور خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے ننھنوں میں زندگی

۱۔ چونکہ نہ صرف ہندوستان میں ہندو رام چندر کو خدا کا اوتار مانتے تھے بلکہ یورپ میں بھی کئی قومیں اپنے بزرگوں کو خدا کا اوتار یعنی مجسم خدا سمجھتے تھے لہذا عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کو خدا کا اوتار بنایا تھا جس کی غرض یہ تھی کہ ایسے لوگوں کو عیسائی مذہب اختیار کرنے میں آسانی ہو۔



کا دم پھونکا۔ تو انسان جیتی جان ہوا۔“ (پیدائش ۲-۷)

(۲)

اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر،

(متی ۱-۲۰)

(۳)

جو آسمانوں کو بادلوں سے بلبس کرتا ہے جو زمین کے لیے مینہ تیار کرتا ہے جو

پہاڑوں پر گھاس اگاتا ہے۔“ (زبور ۱۳۷-۸)

بلاشبہ خالق اور مخلوق کی صفات میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ مخلوق خالق کے برابر نہیں ہو سکتی۔

(۳)

پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہودیہ

میں ہے اس لیے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا۔ تاکہ اپنی منگیتر مریم کے

ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔ جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے وضع حمل کا وقت

آپہنچا اور اس کا پہلو ٹا بیٹا پیدا ہوا۔ (لوقا ۲-۲ تا ۷)

(۴)

سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھ دونوں کو خداوند نے بنایا ہے، (امثال

۲-۱۲)

(۴)

جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے تختہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا

گیا (لوقا ۲-۲۱)

۱۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریم کے اور بیٹے بھی تھے۔

(۵)

جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا۔ جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلنے ہیں پھیلایا جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والے کو روح عنایت کرتا ہے۔“ (یسعیاہ ۴۲-۵)

(۵)

وہ روح کی ہدایت سے ہمیکل میں آیا اور جس وقت ماں باپ اس لڑکے یسوع کو اندر لائے، (لوقا ۲-۲۷) اگر حضرت یسوع مسیح کا باپ نہ تھا تو پھر اس کے لیے باپ کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا اور کس واسطے حضرت مریم کو یوسف کی بیوی کہا گیا اور کیوں حضرت مسیح نے بار بار اپنے آپ کو ابن آدم کہا اور کیوں سینٹ پال نے یہ کہا کہ یسوع مسیح جسم کے اعتبار سے داؤد کی نسل سے پیدا ہوا (رومیوں ۱-۳) اور کس واسطے حضرت مسیح کا نسب نامہ دیا گیا جب کہ اس کا باپ ہی نہ تھا حالانکہ نسب نامہ اسی شخص کا دیا جاتا ہے جس کا باپ ہوتا ہے کیونکہ نسب نامہ ہمیشہ مرد کی طرف سے چلتا ہے جیسا کہ یہودیوں میں بھی رواج تھا۔ اور کس واسطے حضرت مریم نے یوسف کو حضرت مسیح کا باپ ٹھہرایا۔ (لوقا ۲-۲۸)

(۶)

”میں خداوند تمہارا قدوس، اسرائیل کا خالق تمہارا بادشاہ ہوں“ (یسعیاہ ۴۳-۱۵)

(۷)

”خداوند تیرا خالق ہے جس نے زخم ہی سے تجھے بنایا“ (یسعیاہ ۴۲-۲)

(۸)

”اور اس نے ایک ہی اصل سے آدمیوں کی ہر ایک قوم تمام روتے زمین پر رہنے کے لیے پیدا کی“ (اعمال ۱۷-۲۶) جب یقیناً مسیح نطفہ کی شکل میں اپنی ماں کے

رحم یعنی حمل میں تھا تو خدا تعالیٰ نے اُسے بنایا اور اس کے نعتنوں میں زندگی کا دم پھونکا اور اس کے کان اور آنکھیں بنائیں۔ لہذا ایسا شخص خدا یا خدا کا اوتار کبھی نہیں ہو سکتا مگر افسوس یہ ایک آسان سا نکتہ بھی عیسائیوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا۔

(۲)

خدا تعالیٰ پروردگار سب کا پالنے والا ہے (۱) جو حیوانات کو خوراک دیتا ہے اور کتے کے بچوں کو جو کاتیں کاتیں کرتے ہیں (۲) (زبور، ۱۴۷-۹)

(۲)

حضرت مسیحؑ کھاتے پیتے تھے (۱) اور جب وہ گھر میں کھانا کھانے بیٹھا تھا تو ایسا ہوا کہ بہت سے محصول لینے والے اور گنہگار آکر سیوع اور اس کے شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے (متی ۱۱-۹)

(۲)

ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ (متی ۶-۲۶)

(۲)

”ابن آدم کھاتا پیتا آیا“ (متی ۱۱-۱۹)

(۳)

”دوسرے دن جب وہ (مسیحؑ) بیت عنیاہ سے نکلے تو اسے بھوک لگی“ (مرقس ۱۱-۱۲) حضرت مسیحؑ کو بھوک کا لگنا اور اس کا کھانا پینا صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ خدا نہ تھا۔ اگر وہ خدا ہوتا تو پھر کھانے پینے کا محتاج نہ ہوتا۔ بلکہ حوائج بشریٰ سے بھی بالاتر ہوتا۔

(۳)

خدا تعالیٰ تھکتا نہیں (۱) کیا تم نے نہیں سنا کہ خداوند خدا ہی ابدی اور تمام زمین کا خالق

تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا۔“ (یسعیاہ ۴۰۰-۲۸)

(۳)

حضرت مسیحؑ تھک جاتے تھے (۱) اور یعقوب کا کوٹا وہیں تھا چنانچہ یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہو کر اس کنوئیں پر پونہی بیٹھ گیا یہ چھٹے گھنٹے کے قریب تھا“ (یوحنا ۴-۶)

(۴)

خدا تعالیٰ سوتا نہیں (۱) ”خداوند کی آنکھیں ہر جگہ ہیں اور نیکیوں اور بدوں کی نگرانی ہیں“ (امثال ۱۵-۳)

(۴)

حضرت مسیحؑ سو جاتے تھے (۱) اور وہ خود پیچھے کی طرف گدتی پر سو رہا تھا پس انہوں نے اُسے جگایا (مرقس ۳۸-۴)

(۵) ۷

خدا تعالیٰ ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا (۱) ”فریب نہ کھاؤ، خدا ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا۔ کیونکہ آدمی جو کچھ بولتا ہے وہی کائے گا۔“ (گلیتوں ۶-۷)

(۵)

حضرت مسیحؑ ٹھٹھوں میں اڑائے گئے (۱) اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سر کنڈا اس کے دہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اس پر تھوکا اور وہی سر کنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔“ (متی ۲۷-۲۹)

(۶)

خدا تعالیٰ کمزور اور عاجز نہیں (۱) ”میں خدا کے قادر ہوں“ (پیدائش ۱۶-۱۷) (۱) ”وہ بزرگوار اور قادر اور مہیب خدا ہے“ (استثنا ۱۰-۱۶) (۳) اسے خداوند لشکروں



کے خدا تجھ سے زبردست کون ہے؟“ (زبور ۸۹-۸۰) (۴) خداوند سلطنت کرتا ہے، وہ شوکت سے ملبس ہے۔“ (زبور ۹۳-۱)

(۶)

حضرت مسیح کمزور اور عاجز تھے (۱) ”اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا اور اس کے مکے مارے اور بعض نے طلاچے مار کر کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا؟“ (متی ۲۶-۲۷) (۲) ”اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اور مارتے تھے“ (لوقا ۲۲-۲۳) (۳) ”یسوع کے آنسو بہنے لگے“ (لوقا ۱۱-۱۲) ان آیات کے ماتحت جب کبھی عیسائیوں سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح مار کھاتے اور روتے وقت خدا تعالیٰ انسان تو پھر کوئی جواب نہیں دے سکتے۔

(۷)

خدا تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے (۱) جب میں پکاروں تو مجھے جواب دے جب میں خداوند کو پکاروں گا تو وہ سن لے گا“ (زبور ۱۲۴، ۱۱۳)

(۷)

حضرت مسیح دعائیں مانگا کرتے تھے (۱) پھر ڈلا آگے بڑا اور منہ کے بل گر کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے (متی ۲۶-۳۹)

(۸)

خدا تعالیٰ کا جسم نہیں (۱) ”خدا روح ہے“ (یرمیا ۲۴، ۲)

(۸)

حضرت مسیح کا جسم تھا (۱) ”میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں مجھے چھو کر دیکھو، کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی۔ جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔“

(لوقا ۲۴-۳۹)

(۹)

خدا کو سب اختیار ہے،، یسوع نے ان کی طرف نظر کر کے کہا یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا لیکن خدا سے ہو سکتا ہے کیونکہ خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے (مقرس ۱۰-۱۶)

(۹)

حضرت مسیح کو اختیار نہ تھا،، لیکن اپنے داہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا ان ہی کے لیے ہے (متی ۲۰-۲۳)

(۱۰)

خدا تعالیٰ آدم زاد نہیں،، اور نہ وہ خدا آدم زاد ہے۔ (گنتی ۲۳-۱۹) یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا نسب نامہ نہیں۔

(۱۰)

حضرت مسیح آدم زاد تھے،، اور جب وہ گلیل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ یسوع نے ان سے کہا۔ ابن آدم آدمیوں کے جوالہ کیا جائے گا (متی ۱۶-۲۲) یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح کا نسب نامہ متی اور لوقا میں دیا گیا۔

(۱۱)

خدا تعالیٰ پاک ہے،، وہ قدوس ہے،، (زبور ۹۹-۳) "پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے" (متی ۶/۹) (۳) "اے قدوس باپ" (یوحنا ۱۶-۱۱)

(۱۱)

حضرت مسیح لعنتی تھے،، مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے" (گلتیوں ۳-۱۳)

(۱۲)

خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے (۱) کیونکہ میری آنکھیں ان کی سب روشوں پر لگی ہیں۔  
 وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور ان کی بدکرداری میری آنکھوں سے چھپی نہیں (یرمیاہ ۱۶)۔  
 (۲) خداوند فرماتا ہے کیا میں نزدیک ہی کا خدا ہوں اور دور کا خدا نہیں؟ (یرمیاہ ۲۳)۔  
 (۲۴) کیا کوئی آدمی پوشیدہ جگہوں میں چھپ سکتا ہے کہ میں اسے نہ دیکھوں؟ خداوند  
 فرماتا ہے کیا زمین و آسمان مجھ سے معمور نہیں ہیں؟ (یرمیاہ ۲۳-۲۴)۔

(۱۲)

حضرت مسیح عالم الغیب نہ تھے۔ (۱) اس نے ان سے پوچھا تم ان سے کیا بحث  
 کرتے ہو؟ (مرقس ۹-۱۶) پس وہ اُسے اُس کے پاس لائے اور جب اس نے  
 اُسے دیکھا تو فی الفور روح نے اسے مروڑا اور وہ زمین پر گرا اور کف بھر لاکر لٹنے لگا اس  
 نے اس کے باپ سے پوچھا یہ اس کو کتنی مدت سے ہے اس نے کہا پچپن ہی سے۔  
 (مرقس ۹-۱۶) لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے  
 نہ بیٹا مگر باپ (مرقس ۱۳-۳۲)۔

(۱۳)

خدا تعالیٰ انسان نہیں ہے (۱) خدا انسان نہیں (۲) گنتی ۲۳-۱۹ (۲) کیونکہ میں  
 انسان نہیں خدا ہوں۔ (۳) موسیٰ ۱۱-۹

(۱۳)

حضرت مسیح انسان تھے (۱) اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک  
 انسان تھا۔ (اعمال ۲-۲۲)

(۱۴)

خدا نیک ہونے سے انکار نہیں کرتا (۱) کیونکہ خداوند نیک ہے (زبور ۱۰-۵)

(۲) خداوند نیک ہے اور مصیبت کے دن پناہ گاہ۔ وہ اپنے توکل کرنے والوں کو جانتا ہے۔ (ناحوم ۱-۷)

(۱۲)

حضرت مسیح نے نیک ہونے سے انکار کر دیا۔ (۱) اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا۔ اے نیک استاد میں کون سی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اس نے اس سے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک جو خدا ہے (متی ۱۹-۱۷)

(۱۷-۱۶)

(۱۵)

خدا تعالیٰ خود مختار ہے (۱) خداوند ہمارا خدا قادر مطلق بادشاہی کرتا ہے (مکاشفہ

(۱۹-۱۷)

(۱۵)

حضرت مسیح خود مختار نہ تھے (۱) اور میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا۔ (یوحنا ۸-۲۸)

(۱۶)

خدا تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں (۱) نہ کسی چیز کا محتاج ہو کر آدمیوں کے ہاتھوں سے خدمت لیتا ہے کیونکہ وہ تو خود سب کو زندگی اور سانس اور سب کچھ دیتا ہے۔

(اعمال ۱۷-۲۵)

(۱۶)

حضرت مسیح محتاج تھے (۱) لیکن اگر میں خدا کے روح کی مدد سے بد روحوں کو نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ رہی (متی ۱۲-۲۸) (۲) اور جیسا یسوع نے شاگردوں کو حکم دیا تھا انھوں نے ویسا ہی کیا اور فسح تیار کیا (متی ۱۹-۲۶)

(۱۷)

خدا تعالیٰ جھوٹ نہیں بوتا اور نہ ہی اللہ بدلتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی



ہوتی ہے۔ (۱۷) خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے اور نہ وہ آدم زاد ہے کہ اپنا ارادہ بدلے۔  
(گنتی ۲۳-۱۹) کیونکہ میں خداوند لا تبدیل ہوں (ملاکی ۳-۴)

بلاشبہ خدا تعالیٰ ایسا ہی ہوتا چاہیے کہ نہ تو اس سے کوئی چیز خارج ہو اور  
نہ ہی کوئی چیز اس میں داخل ہو۔

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے اپنا ارادہ بدلا اور جھوٹ بھی بولا حالانکہ (یعقوب  
۱۲-۳) میں صاف لکھا ہے ”نہ شیخی مارو نہ جھوٹ بولو“ غرضیکہ حضرت مسیح میں بہت سی  
تبدیلیاں ہوئیں۔ مثلاً ”عمل سے پیدا ہوئے، ختنہ ہوا۔ ماں باپ کے ساتھ یروشلم کو  
گئے۔ تیس برس کی عمر میں لوگوں کو تعلیم دینے لگے۔ صلیب پر لٹکائے گئے۔“

(۱۷)

حضرت مسیح نے جھوٹ بولا، اور ارادہ بھی بدلا اور اس میں بہت سی تبدیلیاں  
بھی ہوئیں۔ (۱) ”اس وقت اس نے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ میں مسیح ہوں“  
(متی ۱۶-۲۰) (۲) ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے  
ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزا  
ہرگز نہ چکھیں گے“ (متی ۱۶-۲۸) افسوس حضرت مسیح آج تک خدا کی بادشاہی میں نہ  
آئے۔ حالانکہ جن لوگوں کی زندگی میں اس وعدہ کا پورا ہونا تھا وہ بے چارے انتظار  
کرتے ہی مر گئے۔ (۳) ”تم عید میں جاؤ میں ابھی اس عید میں نہیں جاتا۔ کیونکہ ابھی تک میرا  
وقت پورا نہیں ہوا۔ یہ باتیں ان سے کہہ کر وہ گلیل میں رہا لیکن جب اس کے بھائی عید  
میں چلے گئے اس وقت وہ بھی گیا۔ ظاہر انہیں بلکہ گویا پوشیدہ“ (یوحنا، ۸-۱۰ تا ۱۱)

(۱۸)

خدا تعالیٰ آزمایا نہیں جاتا (۱) کیونکہ نہ تو خدا بدی سے آزمایا جاسکتا ہے اور نہ  
وہ کسی کو آزماتا ہے (یعقوب ۱-۱۳، ۱۲)

(۱۸)

حضرت مسیح آزماتے گئے (۱) اس وقت رُوحِ یسوع کو جنگل میں لے گیا تاکہ ابلیس سے آزمایا جاتے، (متی ۴-۱)

(۱۹)

خدا تعالیٰ بڑا ہے (۱) کیونکہ خدا انسان سے بڑا ہے (ایوب ۳۳-۱۲) (۲) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تو کرا اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا اور نہ بھیجا ہوا اپنے بھیجنے والے سے (یوحنا ۱۳-۱۶) (۳) کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے، (یوحنا ۱۴-۲۸) (۴) خدا سب کے اوپر ہے، (افسیوں ۲-۶)

حضرت مسیح ادنیٰ تھے (۱) البتہ ہم یسوع کو دیکھتے ہیں جو فرشتوں سے ادنیٰ بنایا گیا تھا (عبرانیوں ۲-۹) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح خدا نہ تھا بلکہ مخلوق تھا۔ اب مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرانا مسر اسر جہالت ہے۔ (۲۰)

خدا تعالیٰ کا کوئی مشابہ نہیں (۱) اے خدا! تیری مانند کون ہے جس نے بڑے بڑے کام کیے (زبور ۷۱-۱۹) (۲) یا رب معبودوں میں سے تجھ سا کوئی نہیں اور تیری صنعتیں بے مثال ہیں (زبور ۸۶-۸) (۳) وہ قدوس فرماتا ہے تم مجھے کس سے تشبیہ دو گے اور میں کس چیز سے مشابہ ہوں گا؟ (یسعیاہ ۴۰-۲۵)

(۲۰)

حضرت مسیح کے مشابہ ملک صدق تھا اور یہ ملک صدق سالم کا بادشاہ یہ ہے باپ، بے ماں بے نسب نامہ ہے، نہ اس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر۔ بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا، (عبرانیوں ۷-۱) (۳۱)

(۲۱)

خدا تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ (۱) لیکن تو اسے خداوند ابد تک رہے گا“  
(زبور ۲-۱۲، ۱) وہ نیست ہو جائیں گے پرتو باقی رہے گا“ (زبور ۱۰۲-۲۶)

(۲۱)

حضرت مسیحؑ وفات پا گئے (۱) ”تھوڑی دیر باقی ہے کہ دنیا مجھے پھر نہ دیکھے گی“ (یوحنا  
۱۲-۱۹) پس جب یسوع نے وہ سبر کہ پیا تو کہا کہ تمام ہوا اور سبر جھکا کہ جان دے دی۔

(یوحنا ۱۹-۳)

چونکہ مذکورہ بالا موازنہ سے عیسائیوں کے باطل عقائد پر مثلاً حضرت مسیحؑ خدا تھا اور  
خدا کا بیٹا تھا۔ ایک بڑی بھاری زد پڑتی ہے لہذا کسی عیسائی کو آج تک ایسا مقابلہ  
کرنے کی ہمت نہ پڑی اور نہ ہی پڑے گی، کیونکہ اس سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے صفات  
اور حضرت مسیحؑ کے اوصاف میں ایک نمایاں فرق معلوم ہو جاتا ہے اور انھیں اس بات  
کا علم ہو جاتا ہے کہ وہ ایک انسان ہی تھا جو بشر رسول تھا۔ خدا ہرگز نہ تھا اور نہ ہی خدا کا  
بیٹا تھا۔

خدا جانے عیسائی صاحبان کن درجات کی بنا پر حضرت مسیحؑ ایک کھاتے پیتے انسان  
کو خدا مانتے ہیں۔ حالانکہ ان میں خدائی صفات نہ تھے۔ بلاشبہ انھیں اپنا خدا بنانا سراسر  
مقدس بائبل کی تعلیم کے خلاف ہے۔ ذیل کی آیات پر غور کیجئے:

(۱)۔ ”اور خدا نے یہ سب باتیں فرمائیں کہ خداوند تیرا خدا جو تجھے ملک مصر سے اگلا می  
سے گھر سے نکال لایا۔ میں ہوں۔ میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔ تو اپنے  
لیے کوئی تراشی ہوئی صورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں  
یالیچے پانی میں ہے تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ  
میں خدا غیر خدا ہوں“ (خروج ۲۰-۵ تا ۵)

(۲)۔ ”کیونکہ خداوند بزرگ اور نہایت ستائش کے لائق ہے وہ سب معبودوں سے زیادہ تعظیم کے لائق ہے اس لیے کہ اور قوموں کے سب معبود محض بت ہیں لیکن خداوند نے آسمانوں کو بنایا“ (زبور ۹۶-۹۷ و ۵)

(۳)۔ کیا انسان اپنے لیے معبود بنائے جو خدا نہیں ہیں؟ یرمیاہ ۱۶-۲۰

(۴)۔ یسوع نے اس سے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے

خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر (متی ۲-۱۰) کہنے لگے کہ لوگو! تم یہ کیا

کرتے ہو؟ ”ہم بھی تمہارے ہم طبیعت انسان ہیں اور تمہیں خوشخبری سناتے

ہیں تاکہ ان باطل چیزوں سے کنارہ کر کے اس زندہ خدا کی طرف پھرو، جس نے

آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا“ (اعمال ۱۵/۱۷)

(۵)۔ پس بتوں کی قربانیوں کے گوشت کھانے کی نسبت ہم جانتے ہیں کہ بت دنیا میں

کوئی چیز نہیں اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں“ (۱ کرنتھیوں ۸-۷)

(۶)۔ اے بھائیو! خبردار! تم میں سے کسی کا ایسا بڑا اور بے ایمان دل نہ ہو جو زندہ

خدا سے پھر جائے“ (عبرانیوں ۳-۱۲)

افسوس! ایسی عمدہ اور مدلل تعلیم پر ایمان لاکر پھر بھی حضرت یسوع مسیحؑ ایک

فوت شدہ انسان کو خدا ماننا پر لے دے کی ہٹ دھرمی اور جہالت ہے۔ صاف

ظاہر ہے کہ مقدس بائبل کی توحید کی تعلیم کو اتنا شرک میں بدلا گیا ہے کہ اب عیسائیوں

کے لیے اس سوال ”حضرت مسیحؑ انسان یا خدا“ کا جواب دینا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ بھلا

جو زندہ خدا سے پھر جائے اور مردہ لوگوں کو خدا بنائے وہ کیوں کر بے ایمان نہ ہو؟





# باب پنجم

مسلمانوں کا بھی عیسائیوں کی تقلید کر کے حضرت مسیح کا  
درجہ بڑھانا

بلاشبہ اہل اسلام بھی عیسائیوں کی پیروی کر کے حضرت مسیح کا درجہ بڑھاتے ہیں  
چنانچہ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح خدا کا بیٹا ویسے ہی مسلمان بھی ماننے  
کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حمل ہوا۔ لہذا  
حضرت مسیح خدا تعالیٰ کا معجزہ جس سے عیسائیوں کے باطل عقیدے کی تردید کی بجائے  
تائید ہو جاتی ہے کیونکہ دونوں قومیں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح بغیر نطفہ کے پیدا

۱۔ حالانکہ مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کیا گیا تھا کہ اگر تم گمراہ لوگوں کی تقلید کرو گے تو تم بھی  
گمراہی میں پڑ جاؤ گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فِرْعَانَ مَن  
لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرًا لِّمَن ذُلُ الْعُرَانِ ۚ اے لوگو جو  
ایمان لائے ہو اگر تم ان لوگوں میں سے ایک گروہ کے پیچھے لگ جاؤ گے جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ  
تہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دیں گے (۹۹-۳) یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا  
الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِسِرِينَ (ال عمران ۱۶۴) اے لوگو جو ایمان  
لائے ہو اگر تم ان کی اطاعت کرو گے جو کافر ہوئے تو وہ تم کو اٹے پاؤں لوٹا دیں گے۔ پس تم نقصان  
اٹھانے والے ہو کہ پھر جاؤ گے (۱۳۸-۳) بلاشبہ مسلمانوں کا زوال ہی بتا رہا ہے کہ انھوں نے عیسائیوں  
بہودیوں و ہندوؤں اور دیگر قوموں کے باطل عقائد اور بری رسموں کی نقلیں کی ہیں (باقی صفحہ ۵۵ پر)



(۳) حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔  
 (۴) حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا تھا۔

(۳) حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔  
 (۴) حضرت مسیحؑ خدا کا معجزہ تھا۔ لے

رَبِّقِيهِ مَا شِئْتَ صَفْحَةً ۵) اُمَّتِي بِأَخِيذِ الْقُرُونِ قَبْلَهَا شَبْرًا لِشَبْرٍ وَ ذُرَاعًا بِذُرَاعٍ قَقِيلٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 كَفَّارِيسٍ وَالرُّؤْمُ فَقَالَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا أَوْلَئِكَ - (بخاری کتاب الاعتصام) ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میری امت (کے لوگ) اس سے پہلے لوگوں جیسے کام کریں (گویا کہ) بالشت پر بالشت اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چل رہے ہیں۔ کہا گیا یا رسول اللہؐ جیسے فارسی اور رومی لوگ۔ فرمایا ان کے سوائے اور کون لوگ ہیں (بخاری کتاب الاعتصام)

لے۔ یہ فرق اہل اسلام صرف اس وجہ سے کرتے ہیں تاکہ عیسائیوں کی طرح حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا نہ کہنا پڑے۔ حالانکہ حمل سے بچہ پیدا ہوتا ہے نہ کہ معجزہ خدا جلنے جب حضرت مریمؑ کے حمل کو بھٹے کسی مرد کی طرف منسوب کرنے اللہ کی قدرت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو پھر ایسے حمل سے تولد شدہ بیٹے کو اللہ کی طرف منسوب کرنے میں کون سا امر مانع ہے جبکہ خدا کی قدرت خدا سے جدا نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کا۔ کیونکہ بیٹا صرف حمل کرنے والے کی جنس سے ہوتا ہے بلکہ اس کا جزو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کو اللہ کا جزو ٹھہرانے والوں کی تردید کی گئی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے: وَجَعَلُوا آلَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ (الزخرف ۱۷) اور وہ اس کے بندوں میں سے اس کی اولاد مقرر کرتے ہیں انسان کھلانا شکر گزار ہے (۲۳ - ۱۵) صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو اپنی قدرت سے بغیر مرد کے حمل نہیں کیا۔ مگر افسوس یہ ایک معمولی سی بات بھی ایسے مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتی اور نہ بیٹھتی نظر آتی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ کو اللہ کا معجزہ کہنے سے بھی عیسائیوں کے باطل عقیدے ”مسیحؑ خدا کا بیٹا“ کی زبردست تائید ہو جاتی ہے اگر حضرت مسیحؑ خدائی حمل سے پیدا ہوتے تو ضرور ان میں خدا کی صفات بھی ہوتیں ایسی صفات کا نہ ہونا صاف ثابت کرنا ہے کہ وہ انسانی حمل سے پیدا ہوئے مشہور مثال ہے وحشت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

(۵) حضرت مسیحؑ نذا تھا۔

(۶) حضرت مسیحؑ خالق تھا۔

(۵) حضرت مسیحؑ روح اللہ تھا۔

(۶) حضرت مسیحؑ نے چمکا ڈرا اور دیگر

پرندے بنائے۔

(۷) حضرت مسیحؑ نے جسمانی مردے زندہ

کیے اور جسمانی اندھوں اور کورہیوں کو

اچھا کیا۔

(۷) حضرت مسیحؑ نے جسمانی مردے زندہ

کیے اور جسمانی اندھوں اور کورہیوں کو

اچھا کیا۔

(۸) حضرت مسیحؑ کو علم غیب تھا۔

(۹) حضرت مسیحؑ تمام عمر کنوارے رہے۔

(۱۰) حضرت مسیحؑ صلیب کی موت کے

بعد آسمان پر اٹھائے گئے۔

(۸) حضرت مسیحؑ کو علم غیب تھا۔

(۹) حضرت مسیحؑ تمام عمر کنوارے رہے۔

(۱۰) حضرت مسیحؑ بغیر وفات پانے کے

ہی آسمان پر اٹھائے گئے۔

(۱۱) حضرت مسیحؑ زمین میں زندہ رہنے

کا نشان نہ دکھاسکے۔

(۱۱) حضرت مسیحؑ زمین میں زندہ رہنے کا

نشان نہ دکھاسکے۔

(۱۲) حضرت مسیحؑ آسمان سے اتر کر لوگوں

کو ان کے اثمال کا اجر دیں گے۔

(۱۲) حضرت مسیحؑ آسمان سے اتر کر صلیبوں

کو توڑیں گے اور خنزیریوں کو قتل کریں گے۔

مذکورہ بالا عقائد کی بنیاد عیسائیوں نے اپنی مقدس کتاب انجیل پر رکھی ہوئی

ہے جس کی نسبت اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب محرف ہے۔ کیونکہ اس میں بہت

سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ لہذا یہ قابل اعتبار نہیں مگر دوسری طرف خود اپنے ایسے ہی

عقائد کی بنیاد بھی قرآن کریم پر رکھتے ہیں حالانکہ یہ محرف نہیں کیونکہ اس میں آج

تک کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے عقائد رکھنے والے

عیسائی جو کئی صدیوں سے مسلمانوں سے پہلے چلے آ رہے ہیں کیونکر جھوٹے ہو سکتے

ہیں اور کیونکر انجیل محرف ہو سکتی ہے۔ جبکہ اہل اسلام بھی حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ



کے متعلق اصولاً وہی عقائد رکھتے ہیں جو عیسائیوں کے ہیں۔ حالانکہ محترف اور غیر محترف کتاب کی تعلیم ان عقائد کے متعلق کبھی بھی یکساں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے عیسائیوں کے یہ عقائد کفر کہ قرآن بائبل سے لیا گیا ہے اور بائبل کے بد قرآن کی ضرورت نہیں بھولے نہیں ہو سکتے۔ اب مسلمان خود ہی فیصلہ کر لیں کہ وہ اپنے ان عقائد کے ساتھ اشاعت اسلام کر رہے ہیں یا فقہ کالم بن کر اشاعت عیسویت اور کس مذہب کو غلبہ دے رہے ہیں۔ خدا جانے مسلمانوں کو عیسائیوں کے باطل عقائد کی حمایت کرنے سے کیا مل جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے:

اور ان کی طرف نہ جھکو جو ظالم ہیں ورت	وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا
تہیں آگ چھو جائے گی۔ اور اللہ کے سوائے	فَتَمْسَكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ
تمہارے کوئی حمایتی نہ ہوں گے پھر تمہیں مدد	اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ۔
بھی نہ ملے گی (۱۱۳ - ۱۱۳)	(ہود ع ۱۰)



# باب ششم

مسلمانوں کا خود کوئی باتوں میں حضرت مسیح کو حضرت محمدؐ

پر فضیلت دینا

بلاشبہ جناب رسالت مآب محمد مصطفیٰ عالمگیر رسول ہیں یہ آیات اس پر گواہ ہیں

(۱) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ • (الانبیاء ع ۴)

اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (۲۱-۱۰۷)

(۲) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَ لَكِنَّا أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ • (السباع ۳)

اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۳۴-۲۸)

صاف ظاہر ہے کہ آپؐ کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا اور کوئی شخص اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ آنحضرتؐ ہر طرح سے تمام رسولوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ مگر ان سوس اکثر مسلمان باوجود رسول اللہؐ کو تمام انبیاء رسالین سے افضل اور برتر ماننے کے پھر بھی ان کے مقابلے پر حضرت مسیحؑ کو فضیلت دیتے ہیں۔ ذیل کے موازنہ پر غور کیجئے اور سوچئے کہ فضیلت کس کو دی جاتی ہے؟

حضرت محمدؐ رسول اللہ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد

حضرت مسیحؑ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد

(۱) حضرت محمدؐ رسول اللہ کی والدہ محترمہ

(۱) حضرت مسیحؑ کی والدہ مکہ مکرمہ کو خدا کی

حضرت محمدؐ رسول اللہ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد

حضرت مسیحؑ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد

(۱) حضرت محمدؐ رسول اللہ کی والدہ محترمہ

(۱) حضرت مسیحؑ کی والدہ مکہ مکرمہ کو خدا کی

خاوند کے ذریعے خدا کی خاص قدرت  
کے بغیر حمل ہوا۔

(۲) حضرت محمد رسول اللہ انسانی نطفہ  
سے پیدا ہوئے۔

(۳) حضرت محمد رسول اللہ کی پیدائش  
خدا کا معجزہ نہ تھی۔ کیونکہ ان کی ولادت  
باپ کے ذریعے ہوئی۔

(۴) حضرت محمد رسول اللہ کو چالیس  
سال کی عمر تک کتاب اور ایمان کا علم نہ

ہو سکا، جیسا کہ اس آیت سے ثابت  
ہوتا ہے: وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۗ مَا كُنْتَ تَدْرِي  
مَا الْكِتَابُ وَالْإِيمَانُ (الشوریٰ ع ۵)

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم  
سے روح بھیجی تو نہ جانتا تھا کہ کتاب

کیا ہے اور نہ (یہ کہ اس پر) ایمان  
دکھایا ہے) (۴۲ - ۵۲)

(۵) حضرت محمد رسول اللہ نے کوئی  
جانور نہیں بنایا۔

(۶) حضرت محمد رسول اللہ نے نہ تو

خاص قدرت سے بغیر خاوند کے حمل ہوا۔

(۲) حضرت مسیح امر ربی سے یعنی بغیر نطفہ  
کے پیدا ہوئے۔

(۳) حضرت مسیح کی پیدائش خدا کا معجزہ  
تھی کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(۴) حضرت مسیح کو پیدا ہوتے ہی  
کتاب اور نبوت مل گئی جیسا کہ اس آیت

سے ثابت کیا جاتا ہے: قَالُوا كَيْفَ  
تُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۗ قَالَ

إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ قَفَّ أُنْتِنِيَ الْكِتَابُ  
وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۗ (مريم ع ۲)

انہوں نے کہا ہم کس طرح اس سے کلام  
کریں جو کہ (ابھی) جھولے میں لڑکا ہے،

(مسیح نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس  
نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

(۱۹ - ۲۹ و ۳۰)

(۵) حضرت مسیح نے چمگاڑ اور دیگر  
پرندے بنائے۔

(۶) حضرت مسیح نے جسمانی مردے زندہ

جسمانی مردے زندہ کیے اور نہ جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دی۔

(۷) حضرت محمد رسول اللہ کو علم غیب نہ تھا جیسا کہ اس آیت سے صاف

ثابت ہوتا ہے: **وَلَوْ كُنْتَ اعْلَمُ**

**الْغَيْبِ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ**

**وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ** (الاعراف ۲۳)

اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت

سی بھلائی لے لیتا اور مجھے کوئی تکلیف

نہ پہنچتی (۷-۱۸۸) صاف ظاہر ہے کہ

رسول اللہ کو ذاتی علم غیب نہ تھا۔

(۸) جب حضرت محمد رسول اللہ کے قتل

کی تدبیریں ہو رہی تھیں تو اللہ نے انہیں

آسمان پر نہ اٹھایا حالانکہ وہ کثرت سے

”رَفَعْتَنِي“ کی دعا بھی مانگا کرتے تھے۔

(۹) حضرت محمد رسول اللہ معراج کی

رات میں آسمان پر دن کا ایک لمحہ بھی

نہ رہ سکے کیونکہ کھانے پینے کے محتاج

ہونے کی وجہ سے ان کے جسم میں تغیر

آتا تھا۔

(۱۰) حضرت محمد رسول اللہ کے قول

کیے اور جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دی۔

(۷) حضرت مسیح کو اتنا علم غیب تھا کہ

وہ لوگوں کو بتا دیا کرتے تھے کہ تم گھر سے

فلاں چیز کھا کر آئے ہو اور تمہارے گھر

میں فلاں چیز رکھی ہوئی ہے جیسا کہ اس

آیت سے ثابت کیا جاتا ہے: **وَ**

**اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَ مَا**

**تَدْخُرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ** (ال عمران ۵)

اور جو تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں فتنہ

رکھو اس کی خبر دیتا ہوں۔ (۳-۳۷۸)

(۸) جب حضرت مسیح کے قتل کا تدبیر

ہو رہی تھیں تو اللہ نے انہیں آسمان

پر اٹھایا۔ حالانکہ اس نے کبھی بھی

”رَفَعْتَنِي“ کی دعا نہ مانگی تھی۔

(۹) حضرت مسیح ہزار ہا سال سے بحسدِ عنقریب

آسمان پر رہتے ہیں کیونکہ کھانے پینے کے

محتاج نہ ہونے کی وجہ سے ان کے جسم میں

کوئی تغیر نہیں آتا تھا۔

(۱۰) حضرت مسیح کے قول **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي**



کے معنی ان کے حق میں آسمان پر اٹھاتے جانے کے لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ آج تک زندہ آسمان پر موجود ہیں اور پھر دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔

بلاشبہ حضرت مسیح کی ایسی خود ساختہ فضیلتیں عیسائیوں کو اہل اسلام میں اپنا مذہب عیسویت پھیلانے کے لیے فقہ کالم یعنی مسیحی مبلغین کا کام دے رہی ہیں۔ مگر افسوس برادران اسلام وہ تو عیسائیوں کی سیاسی چالوں کو سمجھتے ہیں اور نہ مذہبی چالوں کو۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مسلمانوں کے دلوں پر عیسائیت کا ایک گہرا اثر چھایا ہوا ہے۔ جس سے وہ اتنے مغلوب ہو چکے ہیں کہ موجودہ مسیحیت کے خلاف ایک حرف کہنا گوارا نہیں کر سکتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں اشاعت اسلام کرنے کی توفیق ہی نہ رہی اور نہ ہی کبھی ہوگی، کیونکہ ان کی ذہنیت الٹی ہو چکی ہے۔ کلمہ شریف تو حضرت محمد رسول اللہ کا پڑھتے ہیں مگر فضیلت حضرت مسیح کو دیتے ہیں جو ہر امر ایک ناقص ایمان کا نشان ہے۔



۱۵۔ خدا جانے اگر اہل اسلام عیسائیوں کو انجیل شریف کی رُقعے سے یہ کہہ دیں کہ حضرت مسیح کا باپ یوسف برطصی تھا (۱۳-۵۵)، تو پھر ان کا کیا بگڑ جاتا ہے حالانکہ اس دلیل سے عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح خدا کا بیٹا تھا، بالکل باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ انجیل حضرت مسیح کو یوسف کا بیٹا ٹھہراتی ہے۔

# باب ہفتم

## مسلمانوں کا عیسائیوں کی نقل کر کے حضرت محمدؐ کا بھی درجہ بڑھانا

جب اہل اسلام نے قرآنی آیات کی غلط بیجا اور غیر معقول تاویلات کے ماتحت حضرت عیسیٰؑ کا درجہ بڑھایا۔ تو پھر انہوں نے یہ سوچا کہ اس سے تو ان کا درجہ آنحضرتؐ سے بڑھ جاتا ہے تو پھر ایسے مسلمانوں نے حضرت محمدؐ کا درجہ بھی بڑھانا شروع کر دیا۔ تاکہ دونوں کا درجہ برابر ہو جائے۔ حالانکہ رسول اللہؐ کو اپنی تعریف اور ستائش کرنے سے دلی نفرت تھی اور کبھی گوارا نہ کرتے تھے کہ کوئی شخص آپؐ کی شان میں ستائش آمیز کلمات کہے کیونکہ یہ آیت مانع تھی۔

ہرگز خیال نہ کرو کہ جو لوگ اس پر خوش ہوتے ہیں جو انہوں نے کیا اور پسند کرتے ہیں کہ اس کے لیے ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیا یہ ہرگز بھی خیال نہ کر کہ وہ عذاب سے نجات پاگئے اور ان کے لیے دردناک عذاب

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا  
آتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا  
كَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبْنَهُمْ بِمَقَاذِرِهِ  
مِنَ الْعَذَابِ ۗ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
أَلِيمٌ

(ال عمران ۱۹۶) ہے (۳-۱۸۶)

چنانچہ ایک مرتبہ چند لوگ سرگرم گفتگو تھے۔ یہ سبیل تذکرہ ایک شخص کے متعلق تفریحی الفاظ استعمال ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم نے اس شخص کو ذبح کر ڈالا۔ اگر کسی کے متعلق کچھ کہو تو یوں کہو "میرا خیال ہے" (مسند احمد بن حنبل) ایک دفعہ اسوٰء بن صریح نے آپ کی خدمت میں

آکر عرض کی کہ میں نے خدا اور رسول کی شان میں چند اشعار تصنیف کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا :  
 ”بیشک خدا کو ساری تعریفیں سزاوار ہیں“ اسوہ نے قصیدہ خوانی شروع کی۔ اسی اثنا میں کوئی  
 شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسوہ کو خاموش کر دیا۔ جب وہ چلا گیا تو انھوں نے  
 پھر شروع کیا، وہ شخص پھر وارد ہوا، آپ نے پھر اسوہ کو خاموش کر دیا۔ غرضیکہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔  
 اسوہ نے کہا حضور! یہ شخص کون ہے جس کی وجہ سے آپ نے مجھ کو اتنی مرتبہ خاموش کر دیا؟ آپ  
 نے جواب دیا یہ وہ شخص ہے جو بیکار باتیں سننی پسند نہیں کرتا، ”بخاری، قبیس بن سعد روات  
 کرتے ہیں کہ حرا میں میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ واپس آکر انھوں نے  
 آنحضرت سے اس کا تذکرہ کیا اور تجویز پیش کی کہ آپ اس سردار سے زیادہ لائق مسجودیت  
 ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میری وفات کے بعد میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ انھوں نے کہا نہیں۔“  
 تب آپ نے فرمایا تو میری زندگی میں مجھے سجدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (ابوداؤد) ایک  
 مرتبہ آپ مسعود بن عفر کے یہاں اُس کی بیٹی کے نکاح میں تشریف لے گئے اور اُس جگہ  
 تشریف فرما ہوئے جو عروس کے لیے مہیا کی گئی تھی۔ لڑکیاں آپ کے گرد جمع ہو گئیں اور وہ  
 مرتبہ پڑھنے لگیں جس میں شہداء بدر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک لڑکی نے آپ کی تعریف  
 میں چند اشعار پڑھنا شروع کیے جن کا پہلا مصرع یہ تھا: ”فینا نبی یعلم ما فی عدا۔“  
 یعنی ہم میں اس وقت وہ رسول موجود ہے۔ جو کل کی بات جانتا ہے۔ آپ نے یہ مصرع سن  
 کر فرمایا ”اس کو چھوڑ دو اور وہی گاؤ جو تم پیشتر گارہی تھیں۔“

۱۔ چونکہ ایسا کہنا قرآن مجید کی تنبیہ کے خلاف ہے۔ لہذا اس کی مانعت کی گئی۔ یہ آیت اس پر  
 گواہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَکَ عَلِمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِی  
 نَفْسٌ مَّا ذَا تَاکْسِبُ عَدَاۗطٌ وَمَا تَدْرِی نَفْسٌ بِاٰی اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (لقمان ۴)  
 بے شک اللہ وہ ہے کہ اُس کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ مینہ برساتا ہے اور جو کچھ رموں میں  
 ہے اسے جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس میں سے گناہ کا اللہ جانتا ہے (آخر دار)

حقیقتاً شرک کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ لوگ مقدس ہستیوں کی شان میں مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے متعلق کیے۔ چونکہ نبی کریم اس حقیقت سے باخبر تھے۔ اس لیے آپ نے فرمایا میری شان میں ایسے الفاظ مت کہو جیسے نصاریٰ ابن مریم کے متعلق استعمال کرتے ہیں۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے :-

حضرت عمر سے روایت ہے وہ منبر پر کہتے تھے کہ میں نے نبی کو سنا فرماتے تھے کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کے حق میں کیا ہے۔ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ پس تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

عَنْ عُمَرَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ  
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا  
تَطْرُقُنِي كَمَا أَطْرَبَتِ النَّصَارَى ابْنَ  
مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَاقُولُوا  
عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ

(بخاری کتاب الانبیاء)

اقسوس ایسی کار آمد اور نصیحت آمیز تعلیم ہوتے ہوئے بھی اکثر اہل اسلام رسول اللہ کا درجہ بڑھانے سے باز نہ رہے۔ ذیل کے موازنہ پر غور کیجئے۔

(۱) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح خدا کا اوتار۔ خدائی صفات کا مظہر اور مجسم خدا تھا۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں۔ ”مطلب یہ ہے کہ خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کر لیا“

(۲) ”کہنوتیوں (۵-۱۹)“ کیونکہ الوہیت کی ساری مہموری اسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے۔ ”(کرسٹیوں ۲-۹) اسی طرح صوفیائے کرام اور اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد بھی خدا کا اوتار، خدائی صفات کا مظہر اور مجسم خدا تھا۔ جس کے ثبوت میں وہ کوئی قرآنی آیت تو پیش نہیں کرتے مگر زبان بہت کچھ کہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشارہ پر غور کیجئے۔

۱۔ اس کتاب میں اس حدیث کی تشریح کی گئی ہے کہ کس طرح سے عیسائیوں نے حضرت مسیح کی تعلیم کو بگاڑ کر ان کے متعلق طرح طرح کے مبالغے کیے۔



پیکرِ حسنِ ازل، تنویرِ حق، تصویرِ نور! مظهرِ شانِ کریمی، مطلعِ نورِ خدا!  
 نقشِ اول، نقشِ کمال، انتخابِ کائنات اظہرِ واقفیتس بہ جوہرِ نور از نورِ خدا  
 عشقِ ظاہرِ حسنِ مضمحل بن گیا سزا خدا! حسنِ ظاہر، عشقِ مضمحل راز احمدِ محبتی!  
 مرجا! صلِّ علیٰ ابدا الدجی! الشمس الفتحی! ہے بشر کی شکل میں شانِ خدا جلوہ نما  
 میم کا پردہ ہٹا کر کہہ رہی ہے چشمِ شوق دیکھو نورِ ازل زیرِ قبائے مصطفیٰ  
 تو ہے برہانِ کمالِ قدرتِ ربِّ جلیل تیری صورت میں ہے خود نورِ ازل جلوہ نما

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجسمِ خدا تھے کیونکہ میم کے پردہ میں اُحد آیا۔ اُحد اور احمد میں صرف میم کا پردہ ہے۔ میم دے گھنڈو چ آپے بولے۔

حالانکہ مقدس بائبل اور قرآن کریم دونوں اس پر متفق ہیں کہ خدا لا محدود ہے وہ اوتار بن کر محدود نہیں ہو سکتا۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

وَبِاللّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا۔ (النساء ۱۸۴)  
 اور جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (۲-۱۲۶)  
 اَلَا اِنَّكَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ۔ (حمد السجدة ۶۴)  
 سنو وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ (۵۱-۵۲)

خدا فرماتا ہے کیا میں نزدیک ہی کا خدا ہوں اور دُور کا خدا نہیں؟ کیا زمین اور آسمان مجھ سے معمور نہیں؟ (یرمیاہ ۲۳-۲۳ و ۲۴)

جب اللہ تعالیٰ کو کوئی محدود کرنے والا اور گھیرنے والا ہو نہیں سکتا اور نہ وہ خود محدود ہونا چاہتا ہے تو چہرہ اوتار یعنی مجسمِ خدا بن کر محدود کیوں کہلائے اور کس واسطے اپنی صفات کو زائل کرے جو ہر اس کی شان کے خلاف ہے مثلاً اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں مگر حضرت مسیحؑ اور حضرت محمدؐ دونوں ہی بھولنے والے تھے۔ اسی طرح وہ کھاتے پیتے بھی تھے

حالانکہ خدا تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے کیونکہ وہ تو جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(۲) جیسے عیسائی نفلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ اول اور آخر تھے۔ اور وہ ایک نور تھے

اور اسی سے سب چیزیں پیدا ہوئیں۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں: ”ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں

اسی کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہ ہوئی۔ اُس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھی (یوحنا ۱-۱۲) ”خداوند خدا جو ہے اور

جو تھا اور جو آنے والا ہے۔ یعنی قادر مطلق فرماتا ہے کہ میں الفا اور میگا ہوں“ (مکاشفہ ۱-۸)

اسی طرح سے صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ اول و آخر تھے اور وہ ایک نور تھے۔ اور اسی سے سب چیزیں پیدا ہوئیں، کیونکہ اللہ کی تخلیقی قدرت کی پہلی

جامع تجلی نور محمدؐ ہے۔ اور نور محمدی تمام کائنات کے لیے سرچشمہ حیات ہے مگر اس کے ثبوت میں کوئی قرآنی آیت تو پیش نہیں کرتے مگر زبانی بہت تعریف کرتے ہیں اور مندرجہ

ذیل اشعار خوب شوق سے پڑھتے ہیں:

نور تیرا پر تو نور صفات و نور ذات  
تجھ سے ہے تخلیق کے ہر سلسلے کی ابتدا  
اول و آخر بھی تو اور ظاہر و باطن بھی تو  
نور تیرا زندگی کی ابتداء و انتہا!

حقیقتاً نہ تو حضرت مسیحؑ اول و آخر تھے اور نہ ہی حضرت محمدؐ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اول

آخر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اور مقدس بائبل دونوں اس پر متفق ہیں:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ  
وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ  
عَلِيمٌ۔  
وہ (سب سے) پہلے اور (سب سے) پیچھے اور  
(سب سے) ظاہر اور (سب سے) مخفی ہے  
اور ہر چیز کو جاننے والا ہے (۵۷-۳)

”خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا قدیم دینے والا رب الافواج یوں فرماتا

ہے کہ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسعیاہ ۴۴-۶)۔

(۳) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح روح سے پیدا ہوئے اور ان کا سایہ نہ تھا۔ اسی طرح سے صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام بھی یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت نور سے پیدا ہوئے۔ لہذا ان کا بھی سایہ نہ تھا مگر اس کے ثبوت میں نہ تو عیسائی مقدس بائبل کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں اور نہ ہی مسلمان کوئی قرآنی آیت۔ مگر اشعار بہت پڑھتے ہیں۔

نور سے تخلیق تیری نور کا سایہ کہاں  
گرم قامتِ حضورؐ کا سایہ کہیں نہیں

پھر عجب کیا اقامت اقدس کا سایہ گزرتا  
ظاہر ہے شمع طور کا سایہ کہیں نہیں

جب صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد کو اپنے نور سے پیدا کیا تو صفات ظاہر ہے کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہی حضرت محمدؐ میں ہونی چاہئیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ نمک کے بڑے ٹکڑے میں بھی وہی خاصیتیں ہوتی ہیں جو چھوٹے

۷۔ ایک طرف تو صوفیان عظام یہ کہتے ہیں کہ پہلے آنحضرتؐ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے مخلوق ہوا اور نور محمدؐ سے ہی تمام خلقت پیدا ہوئی۔ پھر اس کے برعکس یہ کہتے ہیں "خدا نے عالم شہود میں ایک نئی اور خاص الخاص نوع حیات کی طرح ڈالی۔ اس نوع کے پہلے نمونے یعنی پہلے انسان کا نام آدم رکھا گیا۔ اس کے تجدد اور تعدد کے لیے بھی وہی قاعدہ جاری کر دیا گیا جو اس کی ظاہری حیات کی قریب ہی نوع میں یعنی حیوانات میں پہلے سے جاری تھا۔ اسی غرض کے لیے حضرت آدمؑ ہی کے وجود سے قدرت کاملہ نے مائی حواؑ کا وجود پیدا کر دیا۔ حقیقتہً صوفیائے کرام کے پہلے قول کہ "آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے" تو کوئی سند قرآن پاک میں موجود نہیں۔ البتہ دوسرے قول کی موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ۝ (السجدة ۷۱) جس نے ہر چیز کو جو اس نے پیدا کیا اچھا بنایا اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر اس کی نسل ایک نچوڑ سے شہرائی (جو کمزور پانی میں آجاتا ہے) (۷۱-۷۲) پنا نچوڑ رسول اللہؐ کا بھی یہی ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کی بہترین نسلوں میں نسلاً بعد نسل گذتا ہوا مبعوث ہوا ہوں یہاں تک کہ اس نسل سے پیدا ہوا جس میں اب ہوں۔

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اور حضرت محمدؐ، حضرت آدمؑ کی نسل سے (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

مکڑے میں جب خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور علم بھی دیا تو پھر قرآن کریم میں رسول کریمؐ کی نسبت یہ الفاظ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ (الشوریٰ ۵۷) تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ (یہ کہ اس پر ایمان دیکھا) کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ آخر اس میں کچھ تو روشنی ڈالنی چاہیے؟ کیا آنحضرتؐ کو نوری پیدائش کے وقت سے ہی کتاب اور ایمان سے بے بہرہ رکھا گیا تھا؟

(۴) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ جس نے حضرت مسیحؑ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ اس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ یسوع نے اس سے کہا اے فلپس میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا۔ تو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا؟ (یوحنا ۱۴-۹) اسی طرح صوفیاء عظام اور اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ جس نے رسول اللہؐ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا اس کے ثبوت میں وہ یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں:

مَنْ رَأَىٰ فَقَدَرَأَ الْحَقَّ - مصطفیٰ کی دید ہے دید خدا کے مصطفیٰ

حالانکہ انجیل شریف اور قرآن کریم دونوں اس پر متفق ہیں کہ خدا سے تعالیٰ دیکھا نہیں جاسکتا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہیں:

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تھے اور دونوں ہی نطفہ سے عمل کے ذریعے پیدا ہوئے۔ لہذا دونوں کے باپ تھے اور دونوں کا ہی سایہ تھا جیسا کہ حضرت آدم کا۔ اور دونوں ہی بشر رسول تھے۔ علاوہ ازیر حضرت حوا کا حضرت آدم کے وجود سے پیدا کر دینا مقدس بائبل کا تعلیم ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے اور خداوند خدا اس پسلی سے جو اس نے آدم میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر اسے آدم کے پاس لایا (پیدائش ۲-۲۲) مگر یہ تعلیم قرآن مجید کا تعلیم کے خلاف ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجئے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (النساء ۱) "اے لوگو! اپنے رب کا (ماشیہ صفحہ ۱۲) اندھنی



نگا ہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں  
کا احاطہ کرتا ہے اور وہ باریک باتوں کا جاننے  
والا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ  
يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ  
الْخَبِيرُ (الانعام ۱۳۷)

(۷)۔ ”خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا“ (یوحنا ۱-۱۸)

(۸)۔ نہ اُسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے“ (ایتیمپیس ۴-۱۶)

چنانچہ حضرت موسیٰ بھی اللہ تعالیٰ کا جلوہ برداشت نہ کر سکے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے:

اور جب موسیٰ ہمارے وقت مقررہ پر آیا اور  
اس کے رب نے اس سے کلام کیا کہا میرے  
رب مجھے (اپنا آپ) دکھا کہ میں تیری طرف دیکھتا  
کہا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ  
اگر یہ اپنی جگہ گمراہ گیا تو تو مجھے بھی دیکھ لے گا۔  
پس جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی  
اس کو ریتہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر  
گر گیا۔ پھر جب ہوش میں آیا تو کہا تو پاک ہے۔  
میں تیری طرف رجوع کرتا ہے اور میں سب سے

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا  
وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ لَقَالَ رَبِّ ارِنِي  
أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ نَرِي  
وَلَكِنْ أَنْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ  
مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِيَنِي ۖ فَلَمَّا  
تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا  
وَخَدَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۖ فَلَمَّا أَفَاقَ  
قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبِّتُ إِلَيْكَ وَأَنَا  
أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ

پہلے ایان لانے والا ہوں۔ (۷-۱۶۳)

(الاعراف ۱۷)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا۔ اور اسی سے  
اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں (۲-۱) در حقیقت نفس  
کے معنی جنس کے ہیں یعنی جس مادہ سے حضرت آدمؑ بنائے گئے تھے۔ اسی جنس سے حضرت حواؑ بھی۔  
یہی وجہ ہے کہ ”خَلَقَ مِنْهَا“ میں ضمیر مؤنث کی رکھی گئی ہے جو حضرت آدمؑ کی طرف ہرگز نہیں  
جا سکتی۔ علاوہ ازیں حضرت سلیمؑ کی پیدائش کے حق میں ”بَتَّ مِنْهُمَا“ (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

تو پھر اور کسی کی کیا مجال ہے کہ خدا کو دیکھ سکے، کیونکہ خدا تعالیٰ جسم نہیں کہ نظر انسانی اس کا احاطہ کر سکے البتہ باطل مجسم معبود احاطہ نظر انسانی میں آجاتے ہیں۔

(۵)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنی شکل پر بنایا جس کے ثبوت میں وہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا " (پیدائش ۱-۲۷) اسی طرح صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی شکل پر بنایا۔ جس کے ثبوت میں یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں: **إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَى صُورَتِهِ** دراصل حدیث کے الفاظ **عَلَى صُورَتِهِ** کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تجویز کے مطابق بنایا گو یا کسی سے اصلاح اور مشورہ نہ کرنا نہیں بنایا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ انسان کو انسان کی شکل پر ہی بنایا یعنی **صُورَتِهِ** کی ضمیر انسان کی طرف جاتی ہے۔ یہ آیت

بقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ) کے الفاظ کو یہ کہہ کر جھٹلایا جاتا ہے کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے حمل ہوا۔ جو سراسر ذیل کی آیات کے خلاف ہے۔ **هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيًّا فَمَاتَ أَبُو هَارُونَ** ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس سے آرام حاصل کرے پھر جب وہ اس پر پردہ ڈالتا ہے تو وہ ایک ہلکا سا بوجھ اٹھا لیتی ہے اور اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے (۷-۱۸۹) صاف ظاہر ہے کہ عورت کے بغیر مرد کے نطفہ کے حمل نہیں ہوتا اور جوڑا بنانے کا غرض بھی یہی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ**۔ اور ان کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم پیدا کیا۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے نشان ہیں جو فکر کرتے ہیں (۲۱-۳۰) اب یہ کہہ دینا کہ حضرت مریم کا جوڑا نہیں بنایا تھا سراسر جہالت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کے جوڑے بنائے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے **وَخَلَقْنَاكُمْ أَنْزًا وَاجْأً (النبأ ۱)** اور ہم نے (بقیہ ماشیہ صفحہ آئندہ)۔

اس پر شاہد ہیں!

اور تمہاری تصویریں بنائیں سو تمہاری تصویروں

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ

کو خوبصورت بنایا (۶۲-۳)

صَوَّرَكُمْ رَج (تغابن ع ۱)

اے انسان! تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ

کس چیز نے دھوکہ دیا جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے

الْكِرْيَةَ الَّذِي خَلَقَكَ وَسَوَّاهُ فَعَدَّكَ

حکمت سے بنایا، پھر تجھے اعتدال پر بنایا جس صورت

فِي آيِ صَوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ط

میں چاہا تجھے ترکیب دیا (۸۲، ۶ تا ۸)

(الانفطار ع ۱)

بلاشبہ قرآن کریم اور بائبل مقدس دونوں اس پر متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ کی مانند کوئی چیز

نہیں۔ ذیل کی آیات اس پر گواہ ہیں:

اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ (۲۲-۱۲)

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ ع ۲)

”وہ قدوس فرماتا ہے تم مجھے کس سے تشبیہ دو گے؟ اور میں کس چیز سے مشابہ

بنوں گا؟“ (یسعیاہ ۴۵)

ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا انسان کو اپنی شکل پر بنانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۶) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ خدا نے تمام اختیارات حضرت مسیح کو دے دیئے

تھے جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ”باپ بیٹے سے محبت رکھتا ہے اور

اس نے سب چیزیں اس کے ہاتھ میں دے دی ہیں۔“ (یوحنا ۳-۳۵) اسی طرح صوفیان

کرام اور اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب اختیارات رسول اللہ کو دے

دیئے تھے۔ جس کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

”اللَّهُ مَعْطَى وَأَنَا الْقَائِمُ“ اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا۔

(ما نشیہ صفحہ سابقہ) ہمیں جوڑے جوڑے پیدا کیا (۸، ۷-۸) اب حضرت مرثم کا جوڑا نہ ماننا گویا اس آیت کو جھٹکانا ہے

مالا نکہ نجیل شریف میں حضرت مرثم کا جوڑا یوسف بتایا گیا ہے جو اس کا فائدہ تھا اور وہ اس کی بیوی تھی (مستی ۱-۱۲، ۲)



مگر اس کی تطبیق قرآنی آیت سے ہرگز نہیں کرتے بلکہ مندرجہ ذیل اشعار خوب شوق

سے پڑھتے ہیں۔

تو ہے محبوبِ خدا ساری خدائی ہے تیری  
ہے تیرے زیرِ تنگیں ملکِ عطا ئے کبریا  
مالِ عاشق کا سرِ امر ملکِ معشوق کی  
اس لیے کہتا ہوں تجھ کو مالکِ ارض و سما  
تجھ کو بخشا ہے خدا نے اختیارِ کائنات  
میری بگڑھی بھی بنا کے از رہ لطفِ عطا

اگر مذکورہ بالا حدیث کی اس آیت: وَمَا أَشْكُرُ الرَّسُولَ فَنُحَاوَةٌ (الحشر ۱۴) اور

جو تمہیں رسول دیتا ہے وہ لے لو (۵۹-۷۰) کے ساتھ تطبیق کر دی جاتی تو پھر بھی کچھ معنی ہو  
سکتے۔ کیونکہ یہ حکم مالِ غنیمت کی تقسیم کے متعلق ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ

جو اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے

أَهْلِ الْقُرَىٰ فِدْيَةٍ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي

مالِ غنیمت دلایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور

الْقُدْبِيِّ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ لَا

رسول کے لیے اور قریبیوں کے لیے اور یتیموں

كِي لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ

اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے) تاکہ تم

میں سے دولت مندوں کے اندر نہ پھرتا رہے

مِنْكُمْ

(۵۹-۷۰)

(الحشر ۱۴)

صاف ظاہر ہے کہ خدا کا عطا کردہ مالِ غنیمت جو تمہیں رسول دیتا ہے وہ لے لو اور

جس سے وہ تمہیں روکتا ہے رک جاؤ۔ (۵۹-۷۰)

حقیقتہً نفع اور نقصان پہنچانے کا نہ تو حضرت مسیحؑ کو کوئی اختیار تھا اور نہ ہی حضرت

محمدؐ کو۔ یہ آیات اس پر شاہد ہیں: اس وقت زبیدی کے بیٹوں کا ماں نے اپنے بیٹوں کے

ساتھ اس کے سامنے آکر سجدہ کیا اور اس سے کچھ عرض کرنے لگی... کہ یہ میرے دونوں بیٹے

تیری بادشاہی میں تیری ذہنی طرف اور بائیں طرف بیٹھیں۔ لیور نے جواب میں کہا... اپنے

دہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا۔ ان



ہی کے لیے ہے۔ (متی ۲۰-۲۳ تا ۲۳) اسی طرح قرآن پاک بھی کہتا ہے کہ حضرت مسیح کو نفع اور نقصان دینے کا کوئی اختیار نہ تھا:

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ  
مَا لَا يَمْلِكُ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَ  
اللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

کہہ کیا تم اللہ کے سوائے اس کی عبادت کرتے  
ہو جس کو نہ تمہارے نقصان کا اختیار ہے اور  
نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا اور جاننے والا  
ہے (۵-۷۶)

(المائدہ ع ۱)

اور حضرت محمد سے بھی ایسا ہی اعلان کرایا گیا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا  
وَلَا رَشَدًا ۝ (الجن ع ۲)

کہہ میں تمہارے لیے کسی نقصان کا اختیار  
نہیں رکھتا اور نہ بھلائی کا (۲۱-۷۲)

(۷)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیبی موت کے بعد اپنے جسم کے ساتھ جہاں چاہیں جاسکتے ہیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں: "اور دیکھو یسوع ان سے بلا اور اس نے کہا سلام! انہوں نے پاس آکر اس کے قدم پکڑے اور اسے سجدہ کیا۔ اس پر یسوع نے ان سے کہا: ڈرو نہیں جاؤ میرے بھائیوں سے کہو کہ گلیل کو چلے جائیں۔ وہاں مجھے دیکھیں گے" (متی ۲۸-۱۹، ۱۰) غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا" (مرقس ۱۶-۱۹) اسی طرح سے صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ وفات کے بعد اپنے تئز یہی جسد مبارک کے ساتھ جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ مگر اس کے ثبوت میں کوئی قرآنی آیت پیش نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن مجید اور مقدس بائبل دونوں اس پر متفق ہیں کہ مرنے کے بعد وہیں دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں۔

(۸)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ تمام چیزیں حضرت مسیح کے وسیلے سے پیدا ہوئیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں: "سب چیزیں اس کے وسیلے سے

پیدا ہوئی اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی (یوحنا ۱-۳) اور ایک ہی خداوند ہے یعنی یسوع مسیح جس کے وسیلہ سے سب چیزیں موجود ہوئیں اور ہم بھی اسی کے وسیلہ سے ہیں (اگر نکتھیوں ۸-۶)۔ اسی طرح سے صوفیان عظام اور اکثر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نور ذات کی پہلی تجلی ہے اور نور محمد سے ہی تمام خلقت پیدا ہوئی ہے۔ اس لیے خالق و مخلوق کے درمیان نور محمد ایک لازمی اور ابدی واسطہ ہے۔ اُس نور کی وساطت کے بغیر نہ کوئی نعمت و برکت یا رحمت و راحت خالق کی طرف سے مخلوق تک پہنچتی ہے۔ اور نہ مخلوق کی طرف سے کوئی خیال و عیا یا پکار خالق تک رسائی کر سکتی ہے۔ مگر اس کے ثبوت میں کوئی آیت پیش نہیں کرتے۔ درحقیقت خدا تعالیٰ کی صفت خلق سے ہی تمام کائنات اور مخلوقات کا ظہور ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس کے متعلق کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود قادر مطلق ہے۔

(۹)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح گنہگاروں کے نجات دہندہ ہیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ یہ بات سچ اور ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق ہے کہ مسیح یسوع گنہگاروں کو نجات دینے کے لیے دنیا میں آیا (ایتھیسس ۱-۱۵)۔ اسی طرح سے اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد گنہگاروں کے شفیع ہیں جس کے ثبوت میں وہ قرآن مجید کی تو کوئی آیت پیش کرتے نہیں۔ مگر یہ شعر ضرور پڑھ دیتے ہیں:

اے الشفیع المذنبین لے رحمة للعالمین  
میں خطا کی انتہا ہوں تو عطا کی انتہا

درحقیقت کفارہ کے مسئلہ نے تو عیسائیوں کو گناہوں کے کرنے پر خوب دلیک کر دیا۔ اسی طرح سے شفاعت کے مسئلہ نے اہل اسلام کو بھی۔ حالانکہ فرقان جمید اور مقدس بائبل دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ جان بوجھ کر گناہ کرنے والوں کے لیے نہ تو کوئی کفارہ اور نہ کسی کی شفاعت کام آئے گی۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

بَلَى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ  
بِأُذُنُهُ غُيُوبَهُ فَلَمْ يَلْبَسْ

گھیر لیتی ہیں۔ وہی آگ والے میں وہ اسی میں  
ریں گے اور جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے کام  
کرتے ہیں وہی جنت والے میں وہ اسی میں  
ریں گے (۲-۸۱ و ۸۲)

اللہ کے نزدیک توبہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے  
جو جہالت سے بدی کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی  
توبہ کر لیتے ہیں۔ پس انہی پر اللہ (رحمت سے)  
متوجہ ہوتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت ہے  
اور توبہ ان کے لیے نہیں ہے جو بدیاں کرتے  
رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی  
کی موت آمو جو ہوتی ہے کہتا ہے اب میں  
نے توبہ کی اور نہ ان کے لیے جو کافر ہونے کی  
حالت میں ہی مر جاتے ہیں۔ یہی ہیں جن کے  
لیے ہم نے دردناک دکھ تیار کر رکھا ہے۔

(۲-۱۸۲۱۶)

سو انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش  
فائدہ نہ دے گی۔ (۴۳-۴۸)

اے سانپ کے بچو! تم کو کس نے جتا دیا کہ آنے والے غضب سے بھاگو۔ پس توبہ  
کے موافق پھل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابراہم ہمارا باپ ہے (متی ۳-  
۱۹) اور اب درختوں کی بوڑھی پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا۔ وہ کاٹا  
اساگ میں ڈالا جاتا ہے (متی ۳-۱۰) کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ

بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ  
النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وَالَّذِينَ  
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ  
أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ  
إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ  
يَعْمَلُونَ الشُّرُوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ  
يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ  
اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا  
حَكِيمًا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا  
يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ  
أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ  
إِلَىٰ اللَّهِ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ  
كُفَّارًا ۗ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ  
عَذَابًا أَلِيمًا ۗ

(النساء ع ۳)

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ

الشَّافِعِينَ ۗ (المدثر ع ۲۴)

کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی، وہاں عدالت کا ایک ہونا ک انتہا اور غضب ناک آتش باقی ہے جو مخالفوں کو کھالے گی (عبرانیوں ۱۰-۲۶، ۲۷)۔

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کو کفارہ ماننے میں کوئی فائدہ نہیں۔

جیسے عیسائی مبالغہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ حاضر و ناظر ہیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں: "کیونکہ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہیں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں" (متی ۱۸-۲۰) اسی طرح سے اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ بھی حاضر و ناظر ہیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ  
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا  
إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرًا حَامِدًا ۝  
(الاحزاب ع ۶) ۴

اے نبی! ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ اور  
خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی  
طرف سے اس کے حکم سے بلانے والا اور  
روشن کرنے والا سورج (۳۳) ۲۴/۲۵

بلاشبہ نہ تو حضرت مسیحؑ حاضر و ناظر تھے کیونکہ وہ اتنا بھی نہ جان سکے کہ کس نے ان کو چھوڑا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے "یسوع نے فی الفور اپنے میں معلوم کر کے کہ مجھ میں سے قوت نکلی۔ اس بھیر میں پیچھے مڑ کر کہا کس نے میری پوشاک چھوئی؟ (مرقس ۵-۳۰) اور نہ ہی حضرت محمدؐ حاضر و ناظر تھے۔ کیونکہ انہیں باوجود مدینہ منورہ میں رہنے کے پھر بھی وہاں کے منافقوں کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَيَّ  
النِّفَاقِ قَفَا لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۝  
(التوبة ع ۳۱)

اور بعض مدینے کے رہنے والے بھی نفاق  
پر اڑے بیٹھے ہیں تو ان کو نہیں جانتا ہم انہیں  
جانتے ہیں (۹-۱۰)

حقیقتہً سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص حاضر و ناظر نہیں ہو سکتا۔ یہ آیات اس پر

گواہ ہیں:



أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي  
 السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ  
 نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُمْ يُعْهِمُونَ وَلَا خَمْسَةٍ  
 إِلَّا هُمْ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا  
 أَكْثَرَ إِلَّا هُمْ مَعَهُمْ آيِنٌ مَا كَانُوا ثُمَّ  
 يَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 إِنَّ اللَّهَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ -  
 (المجادله ۲)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں  
 میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین خفیہ  
 مشورہ کرنے والے نہیں ہوتے مگر وہ ان  
 کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ مگر وہ ان کا چھٹا  
 ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور  
 نہ زیادہ۔ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں  
 کہیں وہ ہوں، پھر انھیں قیامت کے دن  
 اس کی خبر دے گا جو انھوں نے کیا اللہ ہر چیز  
 کو جانتے والا ہے۔ (۵۸-۶)

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (البروج ۱) اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ (۸۵-۹)۔  
 اب اللہ تبارک و تعالیٰ کو جو نہ صرف ہر چیز کو جانتے والا بلکہ ہر چیز پر گواہ ہے چھوڑ  
 کر اس کے بندوں کو غیب دان اور حاضر و ناظر سمجھنا سراسر کم عقلی کا نشان ہے۔ مشرکین  
 اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب اللہ کے سوائے کوئی غیب دان اور حاضر و ناظر نہیں تو پھر دوسرے  
 انسانوں میں کیوں ایسی صفات مانی جائیں۔ جب کہ وہ ہمارے اعمال سے ہی خبردار نہیں۔  
 (۱۱)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ بجد عنصری آسمان پر اٹھالیے گئے  
 اور پھر واپس آئیں گے۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ”اور کہنے لگے اے  
 گیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان  
 پر اٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح پھر آئے گا۔ جس طرح تم نے اُسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے  
 (اعمال ۱-۱۱) اسی طرح سے اہل اسلام بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ بجد عنصری آسمان پر اٹھالیے  
 گئے۔ جس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں؛

بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ (النساء ۲۲) بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف (آسمان پر) اٹھایا  
 (۱۵۸-۲)

اور پھر واپس آنے کے ثبوت میں یہ حدیث دکھاتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا أَنْزَلَ

ابْنُ مَرْيَمَ فَبِكُمْ وَإِمَامَكُمْ مِنْكُمْ۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ تمہارا

کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں آئے گا اور وہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بخاری، کتاب الانبیاء)

مگر اس حدیث کی قرآنی آیت کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں کرتے، کیونکہ رسول اللہ

کے آخری نبی ہونے پر نہ صرف قرآن حکیم بلکہ احادیث بھی شاہد ہیں؛

(۱۲)۔ جیسے عیسائی فلوکر کے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا وسیلہ حضرت مسیح ہیں جن کے ذریعے ہم

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں۔ اُس کے

بیٹے یسوع کا خون تمام گناہوں سے پاک کرتا ہے (یوحنا ۱۔۷) مگر تم جو پہلے دُور تھے

اب مسیح یسوع میں مسیح کے خون کے سبب سے نزدیک ہو گئے ہو (۱ تیسوں ۲-۱۳)۔ اسی

طرح سے صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام متبادلہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا وسیلہ پیر ہیں جن کے

ذریعے ہم اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا

إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ

لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ۔ (المائدہ ۴۸)۔

اس آیت کے لفظ وسیلہ سے پیر مراد لینا قطعاً غلط ہے کیونکہ وہ تو خود اللہ تعالیٰ

کے قرب کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے؛

أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ

يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ

أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ

عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

وہ جنہیں یہ پکارتے ہیں۔ ان میں سے وہ جو

زیادہ قرب رکھتے ہیں خود اپنے رب تک

پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اس کی رحمت

کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے

مَحْذُورًا - سے ڈرتے ہیں۔ تیرے رب کا غذاب ڈرنے

(بنی اسرائیل ۶۷) کی چیز ہے: (۱۷-۵۷)

چونکہ خدا تعالیٰ روح ہے لہذا اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے روحانی فرائض ہونے چاہئیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا۔ اس کی عبادت کرنا۔ اس سے دعائیں مانگنا۔ اس کی شکر گزاری کرنا اور نیکی کے کام کرنا۔ حقیقتہً وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے معنی اور اس کا قرب چاہو کے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ کی اس دعا، جو آذان کے بعد مانگی جاتی ہے

”ات محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ“ محمد کو خاص قرب اور فضیلت عطا فرما۔

سے ثابت ہوتا ہے۔ اب اس دعا کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی پیروے۔ حالانکہ رسول اللہ کسی پیر کے محتاج نہیں۔

(۱۳)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے جسمانی مردے زندہ کیے ویسے ہی مسلمان بھی کہتے ہیں کہ نہ صرف آنحضرتؐ نے بلکہ آپ کی امت کے اولیاء میں نے بھی کیے۔ حالانکہ قرآن مجید اور مقدس بائبل دونوں اس پر متفق ہیں کہ جسمانی مردے زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے جاتے۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ

مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَازِلِهَا  
فِيمِسْكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ  
وَيُرْسِلُ الْأَخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى  
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

(الزمر ۵)

اللہ روحوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں پھر انہیں روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم ہو چکا ہے اور دوسروں کو ایک مقررہ وقت تک بھیج دیتا ہے اس میں ان کے لیے نشان ہیں جو نکر سے کام لیتے ہیں (۳۹-۴۲)

”جس طرح بدلی جاتی رہتی ہے اور فائب ہو جاتی ہے اسی طرح جو گورہ میں اترا پھر

اوپر نہ اڑے گا وہ پھر اپنے گھر نہ پھرے گا۔ اور اس امکان اُسے پھر نہ پہچانے گا“

(البقرہ ۷-۱۰، ۹)

”اور میں طرح آدمیوں کے لیے ایک بار مرنا اور اس کے بعد عدالت کا ہونا مقرب ہے“

(غیر انبویں ۹-۲۷)

پس جب تمام لوگوں کے لیے ایک بار مرنا ہے تو پھر جہانی مردے کیونکر دوبارہ زندہ ہوں اور کس واسطے ان پر دو موتیں وارد ہوں۔ آخر کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیے۔ اس آیت پر غور کیجئے:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا

اس میں کوئی موت نہیں چکھیں گے۔ سوائے

الْمَوْتِ الْأُولَىٰ (الدخان ۳۷)

پہلی موت کے (جو کچھ چکے) (۲۷/۵۶)

(۱۴) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ اپنی وفات کے بعد ہماری دعائیں سنتے، قبول کرتے اور جواب بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح سے صوفیان عظام اور اکثر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ بھی اپنی وفات کے بعد ہماری دعائیں سنتے، قبول کرتے اور جواب بھی دیتے ہیں۔ حالانکہ وفات کے بعد دونوں میں کوئی بھی نہیں سنتا اور نہ ہی جواب دیتا ہے۔ بطور مثال کے مندرجہ ذیل سوال کیے جاتے ہیں:

(۱)۔ جب حضرت مسیحؑ کی وفات کے بعد جسطن شہید نے دوسری صدی عیسوی میں ”خدا کے بیٹوں کے انبار“ کا ذکر کیا۔ جو سب مقدس کنواریوں کے پیٹ سے ہوئے تھے تو اس وقت حضرت مسیحؑ نے کیا جواب دیا تھا؟ اور کس کو مخاطب کیا تھا؟ حضرت مسیحؑ کا جواب نہ دینا ضابطہ ثابت کرتا ہے کہ وہ سنتے ہی نہیں۔

(۲)۔ جب حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد آپ کی جانشینی کا جھگڑا برپا ہوا تھا تو آپ نے اپنی خلافت کے متعلق کیا جواب دیا تھا؟ کس کو خلیفہ مقرر کیا جائے؟ اور فیصلہ کرتے وقت کس کو مخاطب کیا تھا۔ جواب کا نہ دینا ثابت کرتا ہے کہ وہ سنتے ہی نہیں۔

(۱۵) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ آسمان سے اتریں گے اور لوگوں کو ان کے اعمال کا اجر دیں گے اسی طرح سے اہل اسلام بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ آسمان سے



اتریں گے اور صلیبوں کو توڑیں گے اور تختہ یروں کو قتل کریں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنے کا مقصد عیسائی تو کچھ بتاتے ہیں اور مسلمان کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ اب دونوں میں سے کس کی بات کو سچا مانا جائے۔ درحقیقت حضرت مسیحؑ وفات پا گئے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے، حالانکہ یہودی ابھی تک ان کا انتظار کر رہے ہیں، کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی صاف لکھا ہوا ہے کہ ایلیاہ نبی آسمان پر اٹھاٹھے گئے پھر وہ واپس آئیں گے۔ ذیل کی آیات اس پر گواہ ہیں:

”اور ایلیاہ بگمے میں آسمان پر چلا گیا“ (سلاطین ۲-۱۱)۔ ”دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا“ (ملاکی ۲-۵)۔

بلاشبہ حضرت محمدؐ آخری نبیؑ ہیں جن کے بعد نہ تو پرانے نبی حضرت ایلیاہ اور حضرت مسیحؑ کی اور نہ ہی نئے نبی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آخری نبی وہ ہوتا ہے جس کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہ رہے۔ اب یہ کہنا کہ حضرت مسیحؑ دوبارہ بطور نبی کے نہیں آئیں گے جس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان کی نبوت کس قصور پر چھینی جائے گی بغیر قصور کے نبوت کا چھیننا سراسر ناانصافی ہے۔



# باب ہشتم

## اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت محمدؐ کے اوصاف

### کا موازنہ

بلاشبہ جیسے عیسائیوں نے پہلے کافروں اور مشرکوں کی نقل کر کے حضرت مسیحؑ کا درجہ نبی اور رسول سے بڑھا کر انھیں اپنا خدا ٹھہرایا۔ اسی طرح سے مسلمانوں نے عیسائیوں کی نقل کر کے رسول اللہؐ کی طرف بعض خدائی صفات منسوب کیں اور ان کا درجہ بھی بشر رسول سے بڑھ کر بڑھا یا، حالانکہ ایسا کرنے کی ممانعت بھی کی گئی تھی۔ یہ حدیث اس پر شاہد ہے۔

عَنْ عُمَرَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُظَرُّونِي كَمَا أَظَرَّتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ كَفَقُّوْا عَبْدَ اللَّهِ وَمَرْسُوكَ۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ منبر پر کہتے تھے کہ میں نے نبی صلعم کو سنا فرماتے تھے کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریمؑ کے حق میں کیا ہے، میں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ پس تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔ (بخاری، کتاب الانبیاء)

مگر افسوس ایسی مفید نصیحت سے بھی مبالغہ کرنے والے مسلمان کوئی فائدہ

نہیں اٹھاتے۔ حالانکہ نماز کی حالت میں بھی التختیات پڑھتے وقت یہی الفاظ دہراتے ہیں مگر پھر بھی بعض خدائی صفات رسول اللہؐ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اگر ایسے برادرانِ اسلام کو اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت محمدؐ کے اوصاف کا کوئی علم ہوتا تو پھر ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اب اُن کی راہ نمائی کے لیے ایسا موازنہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ آنحضرتؐ میں اللہ تعالیٰ کے صفات نہ تھے بلکہ وہ ایک بشر رسول ہی تھے، کیونکہ خالق اور مخلوق میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ  
 أَفَلَا تَذَكَّرُونَ۔

تو کیا جو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے وہ اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا۔ سو کیوں تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ (النحل ع ۲۴)

مائل نہیں کرتے۔ (۱۶-۱۷)

(۱)

اللہ تعالیٰ کا باپ نہیں۔

وَلَمْ يُولَدْ (اخلاص ع ۱) اور نہ اُس کو کسی نے جنا (۱۱۲-۱۳)۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نسب نامہ نہیں کیونکہ وہ جنا جانے اور جانے سے بالاتر ہے۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ کی ہستی ازلی اور ابدی ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا۔

(۱)

حضرت محمدؐ کا باپ تھا۔

وَوَالِدٍ ذُو مَارٍ وَوَالِدَ الَّذِي يُرَىٰ (البدع ع ۱) اور باپ کی اور جو اس سے پیدا ہوا (۹-۳) حقیقتہً جو بچہ تولد ہوتا ہے اس کا باپ بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت محمدؐ جنے گئے تھے۔ کیونکہ وہ نطفہ کے ذریعے حمل سے پیدا ہوئے تھے اور ان کی والدہ کا نام حضرت آمنہؓ تھا۔ اور باپ کا نام عبد اللہ بن چنانچہ اُن کا نسب نامہ یہ ہے: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن منات۔ اسی طرح سے حضرت مسیحؑ بھی جنے گئے تھے کیونکہ وہ نطفہ کے ذریعے حمل سے پیدا ہوئے تھے اور اُن کی والدہ محترمہ کا نام حضرت مریمؑ تھا اور باپ کا نام یوسف۔ چنانچہ اُن کا نسب نامہ یہ ہے: مسیح بن یوسف بن یعقوب بن متان بن الیعرز (متی ۱-۱۵)۔

اگر ان باپ نہ ہوتا تو پھر نسب نامہ نہ دیا جاتا۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کا کوئی نسب نامہ نہیں کیونکہ وہ حمل سے تولد نہیں ہوئے تھے اور حمل بنیر نطفہ کے ہرگز نہیں ہوتا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ  
سُدًى ۗ أَلَمْ يَكُنْ نَطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ  
يُمْنِي ۗ ثُمَّ كَانَتْ عَلَقَةً فَمَخْلَقَ  
فَسَوًى ۗ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ  
وَالْأُنثَى ۗ

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ مہمل ہی چھوڑ  
دیا جائے گا۔ کیا وہ منی کا ایک نطفہ نہ تھا جو ڈالی  
جاتی ہے۔ پھر وہ ایک لوتھڑا تھا سو اسے  
پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا تب اس سے دو زوج  
بنائے مرد اور عورت۔ (۷۵-۷۶ تا ۷۹)

اب حمل سے پیدا شدہ شخص کا باپ نہ ماننا سراسر جہالت ہے۔

(۲)

اللہ تعالیٰ صاحب زوج نہیں۔ يَدِيرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ اِنِّي يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ  
وَلَمْ يَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ ۗ (الانعام ۱۳) آسمانوں اور زمین کا عجیب پیدا کرنے والا اور اس کا بیٹا  
کس طرح ہو سکتا ہے اور اس کی کوئی خور و نہیں۔ (۶-۱۰۲) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۗ اللَّهُ الصَّمَدُ  
(الاحلام ۱) کہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے (۱۱۲-۱۱۴)۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اولاد  
کی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی زوجہ نہیں، جب جوڑو ہی نہیں تو پھر اولاد کیسے  
ہو۔ جب اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق کے ہاں بغیر جوڑے کے بیٹا نہیں ہو سکتا تو حضرت مریمؑ  
ایک عاجز عورت کے ہاں بغیر جوڑے کیونکر بیٹا ہو سکتا ہے آخر کچھ تو عقل سے کام  
لینا چاہیے کیا خدا تعالیٰ نے اس کا جوڑا نہیں بنایا تھا جب کہ اس کا ارشاد ہے:

وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۗ

اور ہم نے تمہیں جوڑے جوڑے پیدا

(۷۸-۷۸)

(النباع ۱)

کیا حضرت مریمؑ کا جوڑا بنانا (نوز بائیں) اللہ تعالیٰ بھول گیا تھا؟ حالانکہ وہ بھول  
والا نہیں۔



(۲)

حضرت محمد صاحب ازواج تھے۔ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ

أُمَّهَاتُهُمْ (الاحزاب ۴)۔ نبی مؤمنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (۳۳-۴)۔ نہ صرف آنحضرت کی بیویاں اولاد تھی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَكُمُ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (الوعدۃ) اور ہم نے تجھ سے

پہلے رسول بھیجے اور انھیں بیویاں اور اولاد بھی دی (۱۳-۳۸)

(۳)

اللہ تعالیٰ صاحب اولاد نہیں۔ لَمْ يَلِدْ (الاحلاص ۱) نہ اُس نے کسی کو

جانا۔ (۱۱۲-۳)

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ حمل کرنے سے پاک ہے۔ کیونکہ جو ہستی حمل کر سکتی ہے وہ صاحب اولاد بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اسی پر بنا پر عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں کیونکہ وہ یہ مانتے ہیں کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا تھا جس کی علامتہ تردید کی گئی ہے۔ مگر افسوس اہل اسلام بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت مریم کو بغیر خاوند کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حمل ہوا تھا۔ گویا عیسائیت کی بنیاد کو تو خوب مضبوط کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے قول کو جھٹلاتے ہیں اور اشاعت اسلام کرنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں:

(۴)

حضرت محمد صاحب اولاد تھے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ (الاحزاب ۴)

اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں سے کہہ دے (۳۳-۵۹)۔ اس آیت سے صاف

ثابت ہوتا ہے کہ صرف حضرت فاطمہ ہی آنحضرت کی صاحبزادی نہ تھیں بلکہ اور بھی تھیں

کیونکہ بَنَاتِكَ جمع کا صیغہ ہے جیسا کہ أَنَا وَارِجُكَ اسی طرح سے آپ کی نرینہ

اولاد بھی تھی۔ چنانچہ آپ کا صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ بچپن میں ہی وفات پا گئے۔

(۴)

اللہ تعالیٰ کا کوئی مشابہ نہیں۔ (۱) لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ ع ۱۶) اس کی مثل کوئی چیز نہیں (۲۲-۱۱) وَكَمْ يَكُونُ لَكُمْ كُفُورًا أَحَدًا (اخلاص ع) اور اس کا کوئی ہمسر نہیں (۱۱۲-۳) یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اس کا ہمسر ٹھہرانے کی ممانعت کی گئی۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ حَسَنًا مِنْ زِينَتِكُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۲۲-۲) فرش بنایا اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اتارا۔ پھر اس کے ساتھ تمہارے لیے پھلوں سے رزق نکالا۔ پس تم اللہ کے ہمسر نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے ہو (۲۲-۲)

اب اکثر مسلمان ہی خدا تعالیٰ کے صفات عالم الغیب اور حاضر و ناظر آنحضرتؐ کی طرف منسوب کر کے انہیں ان صفات میں اللہ کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ گویا اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں قُلْ أَمْتِكُمْ لَكُمْ كُفُورًا بِاللَّهِ تَخْلُقُ الْأَرْضَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ ذَلِكُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو وقتوں میں پیدا کیا اور اس کے لیے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ جہانوں کا رب ہے۔ (۲۱-۹)

(۴)

حضرت محمدؐ حضرت موسیٰؑ سے مشابہ تھے۔ اِنَّا ارْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ فَذَرِكُمْ كَمَا ارْسَلْنَا اِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا فَمِنْهُمْ نَارُ الْاِسْحَاقِ الَّذِي ارْسَلْنَا اِلَيْهِمْ اِنَّا ارْسَلْنَا اِلَيْكُمْ مُّوسٰى وَهَارُونَ بِآيَاتِنَا فَذَرِكُمْ كَمَا ارْسَلْنَا اِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا فَمِنْهُمْ نَارُ الْاِسْحَاقِ الَّذِي ارْسَلْنَا اِلَيْهِمْ (۱۵-۳) قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلَيَّ اَنْتُمْ اَنْتُمْ الْاَنْبِيَاۗءُ الْاَوَّلٰىنَ (۱۱۰-۱۸) اللہ و احد (الکہف ع ۱۲) کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں (لیکن میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا ایک ہی مہبود ہے (۱۱۰-۱۸)۔

آنحضرتؐ بشریت کے لحاظ سے تو عام لوگوں کے مشابہ تھے مگر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ

بشریت اور رسالت دونوں کے لحاظ سے مشابہ تھے :-

(۵)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يُعَلِّمُهَا إِلَّا هُوَ (الانعام ع) اور اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں سوائے اس کے ان کو کوئی نہیں جانتا (۶-۵۹) وَبِاللَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ (هود ع ۱۰) اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ کے لیے ہی ہے اور اسی طرف ہی سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔ قُلْ لَا يُعَلِّمُهُ مَرَجٌ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبِ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (الغلا ع ۵) کہہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سوائے اللہ کے کوئی غیب کو نہیں جانتا اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے (۲۷-۶۵)

یہی اعلان کے باوجود پھر اکثر مسلمانوں کا یہ کہنا کہ رسول اللہ عالم الغیب تھے نہ صرف جہالت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے ہنسی مذاق کرنا ہے جس کی مانعت کی گئی ہے وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا (البقرة ع ۲۹) اور اللہ کی باتوں سے ہنسی نہ کرو (۲-۲۳۱)

(۵)

حضرت محمد عالم الغیب نہ تھے۔ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ (الانعام ع ۱۰) کہہ وے میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم کو کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ (۶-۵۰) وَكَوُنتُمْ أَتَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا تَشْكُرْتُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ (الاعراف ع ۲۳) اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت بھلائی لے لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی (۴-۱۸۸)

(۶)

اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے۔

قُلْ إِنْ تَحْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (ال عمران ۳۷)

کہہ اگر جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو، اللہ اسے جانتا ہے  
جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۳-۲۸)  
وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ  
اور آسمانوں اور زمین میں وہی اللہ ہے۔ وہ تمہاری چھپی اور ظاہر باتیں جانتا  
ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کہتے ہو۔ (۳-۶) وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا  
إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا يَعْلمُهَا  
وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (الانعام ۷)  
اور اسی کے پاس غیب کی کتبیاں ہیں۔ ان کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور وہ  
جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں کرتا۔ مگر وہ اسے جانتا  
ہے اور کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں نہیں اورتہ تڑ اور نہ خشک، مگر وہ ایک کھلی  
کتاب میں ہے (۶-۵۹)

(۶)

حضرت محمد حاضر و ناظر تھے۔ ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ  
إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ كَادِيهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ  
مَدِينَهُ وَمَا كُنْتَ كَادِيهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ (ال عمران ۵۷)

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تو ان کے پاس  
نہ تھا جب وہ اپنی قلمیں ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل بنے اور نہ تو  
ان کے پاس تھا جب وہ آپس میں جھگڑتے تھے۔ (۳-۵۷) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ  
مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (السجدة ۲۷)



پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹینڈک چھپا کر رکھی گئی

ہے اس کا بدلہ جو وہ کرتے تھے (۳۲-۷۷)

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۖ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْيٰى ۗ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَزْكٰى ۗ

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الْذِّكْرٰى ۗ (عبس ۱۷)

تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ اس لیے کہ اس کے پاس اندھا آیا اور تجھے کیا خبر ہے  
کہ شاید وہی پاکیزگی اختیار کرے یا نصیحت قبول کرے۔ پس نصیحت اسے

فائدہ دے (۸۰-۱ تا ۲)

(۱)۔ اگر حضرت محمد عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہوتے تو پھر پانچ ہجری میں غزوہ مصطلق سے  
واپسی پر اسلامی لشکر کے کوچ کے وقت جب حضرت عائشہ صدیقہ گلے کا ہار ٹوٹ جانے کی  
وجہ سے لشکر سے الگ ہو کر پیچھے رہ گئی تھیں اور آپ کے ہودہ بردار لشکر کے ساتھ خالی ہودہ  
لے جا رہے تھے تو اس وقت فوراً آنحضرت کو معلوم ہو جاتا کہ ہودہ بردار تو خالی ہودہ کو  
لے جا رہے ہیں اور زوجہ مطہرہ تو پیچھے رہ گئی ہیں، اس وقت انھیں ایسے علم کا نہ ہونا صاف  
ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ ہی حاضر و ناظر۔ اگر وہ ایسا ہوتے  
تو پھر فوراً ہودہ برداروں کو یہ کہہ سکتے تھے کہ تم تو ہودہ خالی لے جا رہے ہو۔ زوجہ مطہرہ تو  
پیچھے رہ گئی ہیں۔ واپس جاؤ اور انھیں لے کر آؤ۔ جب اپنی موجودگی میں ہی اپنی بیوی کے  
متعلق انھیں کوئی علم نہ ہو سکا تو پھر اور لوگوں کے متعلق کیا ہو سکتا ہے جب وہ ان کے سامنے  
موجود بھی نہ ہوں۔

(۲)۔ علاوہ ازیں اسی واقعہ سے منافقوں کو حضرت عائشہ صدیقہ پر بہتان لگانے کا موقع  
بھی مل گیا جس کے باعث آنحضرت رنجیدہ خاطر ہو گئے اور اپنی زوجہ مطہرہ کو اس کے والدین  
کے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ اور ان کے متعلق تحقیقات کرنا شروع کر دی یا حدیث  
اس پر گواہ ہیں۔ اگر نبی کریم عالم الغیب یا حاضر و ناظر ہوتے، تو پھر ہرگز آزدہ خاطر نہ ہوتے۔

اور نہ ہی اپنی زوجہ مطہرہ کے متعلق کوئی بدگمانی کرتے اور نہ ہی کسی قسم کی تحقیقات کرتے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ کو بیتان سے پاک ٹھہرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا اور پھر آپ کو قتل ہوئی۔

(۳) چھی بجری میں صلح حدیبیہ سے پیشتر جب کفار مکہ نے آنحضرتؐ کو حج کرنے سے روک دیا تھا اور حضرت عثمانؓ انہیں سمجھانے کے لیے گئے تھے تو انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیے گئے ہیں تو آنحضرتؐ نے یہ فرمایا کہ ہم نہیں جائیں گے جب تک ان سے بدلہ نہ لیں۔ چنانچہ صحابہ کرام سے لڑ کر مرجانہ کی بیعت لے لی۔ اگر آنحضرتؐ کو علم غیب ہوتا یا وہ حاضر و ناظر ہوتے تو پھر ہرگز ایسا نہ کرتے اور نہ ہی ایسی بیعت لیتے بلکہ کھلے لفظوں میں یہ کہہ دیتے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی افواہ بالکل جھوٹی ہے۔

(۴) اگر حضرت محمد عالم الغیب یا حاضر و ناظر ہوتے تو پھر ایک یہودی عورت کے ہاتھ سے زہر آلودہ بھنا ہوا گوشت ہرگز نہ کھاتے۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے:-

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ يَهُودِيَّةً  
 أَلْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ  
 قَسَمُوا مِثَّةً فَأَكَلَ مِنْهَا -  
 انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک یہودی  
 عورت آنحضرتؐ صلعم کے پاس ایک زہر آلودہ  
 بکری (بطور تحفہ) لائی۔ آپ نے اس میں سے  
 کچھ کھایا۔ (بخاری، کتب الہدیہ۔)

(۵) اگر رسول اللہ صلعم عالم الغیب یا حاضر و ناظر تھے تو پھر اللہ تعالیٰ کو اس وقت جب قیامت کے دن آنحضرتؐ اپنے بعض صحابہ کو دوزخ کی طرف لے جاتے ہوئے دیکھیں گے تو کہیں گے "میرے رب! یہ تو میرے صحابہ ہیں، کس واسطے رسول اللہ کو ان الفاظ "تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا بدعتیں نکالیں" میں مخاطب کرنا پڑے گا" (بخاری کتاب الانبیاء، ان واقعات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نہ تو اپنی زندگی میں اور نہ ہی وفات پا جانے کے بعد عالم الغیب اور حاضر و ناظر تھے۔



(۸)

اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا علم رکھنے والا ہے۔

وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ فَلَا تَتَذَكَّرُونَ (الانعام ۹۷) میرے رب کا علم تمام چیزوں کو لیے ہوئے ہے پس کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے (۶-۸۱) اِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (طلحہ ۵۷) تمہارا معبود صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا علم ہر چیز پر پھیلا ہوا ہے (۲۰-۹۸) رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا (المؤمن ۷۰) ہمارے رب تیری رحمت اور علم ہر چیز پر پھیلا ہوا ہے۔ (۲۰-۷۰)

نہ صرف اللہ تعالیٰ ہی یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد پڑھنا نہیں جانتے تھے بلکہ وہ خود بھی یہی کہتے تھے۔ جیسا کہ ان کا قول ہے۔ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ (بخاری کتاب بدء الوحی) آپ نے تین مرتبہ یہی کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ باوجود اتنے انکار کے پھر بھی اکثر مسلمان یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت تو پیدائش سے ہی عالم الغیب تھے۔ گویا قرآنی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ حالانکہ پیدا ہونے پر انسان علم سے بالکل کورا ہوتا ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونٍ  
أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا (النحل ۷۱)

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے  
پیدا کیا تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ (۱۶-۸)

(۸)

حضرت محمدؐ تو کتاب پڑھنا جانتے تھے اور نہ ہی ایمان سے واقف تھے۔  
وَمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ (العنكبوت ۷۰)  
اور تو اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا ہے  
(۲۹-۲۸) وَمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ مَا الْكِتَابُ وَالْإِيمَانُ (الشورى ۷۰) تو نہ جانتا  
کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ اس پر ایمان کیا ہے (۲۲-۷۲)۔

(۹)



اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کو جاننے والا ہے۔ یَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ إِيَّانَ  
مُرْسَلَتِهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَاقِقٌ بِعِزَّةِهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ  
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الاعراف ع ۲۳)

تجھ سے اس گھڑی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا واقعہ ہونا کب ہوگا۔ کہہ اس کا علم تو میرے  
رب کو ہی ہے اُس کو اس کے وقت پر کوئی ظاہر نہیں کرے گا مگر وہی۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری  
بات ہے تم پر اپانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں گریا کہ تو اس کے متعلق کاوش کرنے والا ہے  
کہہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۱۸۴-۷) اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ اَكَادُ  
اُخْفِيهَا لِنَجْزِي كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (طلہ ع ۱۶) وہ گھڑی ضرور آنے والی ہے۔ میں  
اسے مخفی ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ ہر نفس کو اس کے مطابق بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔

(۱۵-۲۰)

(۹)

حضرت محمد قیامت کے دن کو جاننے والے نہ تھے۔ یَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ  
السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ  
قَرِيبًا (الاحزاب ع ۸) لوگ تجھ سے (موجود) گھڑی کے متعلق پوچھتے  
ہیں کہہ دے اس کا علم صرف اللہ کو ہے اور تجھے کیا معلوم ہے کہ شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو۔  
(۲۳-۶۳) اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ  
السَّاعَةَ قَرِيبٌ الشَّوْحِبِيُّ اللہ وہ ہے جس نے کتاب اور میزان کو حق کے ساتھ اتارا اور تجھے کیا خبر  
ہے کہ شاید (موجود) گھڑی نزدیک ہی ہو۔ (۲۲-۱۶)

(۱۰)

اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں۔

(۱) وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (مريم ع ۴) اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ (۱۹-۲۲)  
 (۲) قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ قَالَ عَلَّمَهُمَّا عِنْدَنَا سَبْحًا مِثْلَ كِتَابٍ لَا يَصِلُ إِلَيْهِ وَلَا يَمُوتُ  
 (طلوع ع ۱۳) اس نے کہا تو پھر پہلی نسلوں کا کیا حال ہے۔ کہا ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں  
 میرا رب غلطی نہیں کرتا اور نہ بھولتا ہے۔ (۲۰-۵۱ و ۵۲)۔

(۱۰)

حضرت محمدؐ بھولنے والے تھے۔

(۱) وَإِذْ كُنَّا نُبَيِّنُكَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ إِذْ كُنْتَ إِسْرَافِيًّا (الکہف ع ۴) اور جب تو بھول جلتے تو اپنے رب کو یاد  
 (۱۸-۲۲)۔ اگر رسول اللہؐ میں بھول جانے کا مادہ ہی نہ تھا۔ تو پھر ایسا حکم دینے کی  
 ضرورت نہ تھی۔

(۲) سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَىٰ ۗ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ ذُلًّا لِّعَلَّيْكَ ۗ هُمْ تَحْتَهُ بِطَحَائِشٍ كُفْرًا سَوْتُونَ بَحْبُورًا  
 مگر جو اللہ چاہے (۸۷-۹۶ ع)

اللہ تعالیٰ کی وحی کا یہاں ایک نشان بیان کیا ہے کہ ہم تجھے پڑھاتے ہیں تو تو لے  
 بھول نہیں سکتا۔ آنحضرتؐ بھی ایک انسان تھے اور ہر انسان بھولتا بھی رہتا ہے۔ آنحضرتؐ  
 دیگر باتوں میں بعض وقت بھول جاتے تھے جس کے متعلق فرمایا: إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ  
 جہاں الا استثنا منقطع ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح دوسرے انسان بھولتے ہیں تم بھی  
 بہتیری باتیں بھول جاتے ہو جس کے ثبوت میں ذیل کی احادیث پیش کی جاتی ہیں:

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الصُّلُوفُ قِيَامًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا  
 رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَامَ فِي مَصَلَاةٍ ذَكَرْنَا أَنَّهُ جُنِبَ فَقَالَ لَنَا مَا كُنَّا نَكْرُ  
 ثُمَّ رَجَعَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ كَثِيرًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نماز کے لیے اقامت ہو گئی اور میں کھڑی ہو کر  
 ٹھیک کر دی گئیں تو رسول اللہؐ ہمارے پاس نکل کر تشریف لائے پھر جب اپنی

نماز کی جگہ کھڑے ہو گئے تو آپ کو یاد آ گیا کہ آپ جنابت میں ہیں اور ہمیں حکم دیا کہ اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہو اور پھر واپس لوٹ گئے اور غسل کیا پھر ہماری طرف تشریف لائے اور آپ کے سر سے پانی ٹپکتا تھا تو اللہ اکبر کہہ کر ہمیں نماز پڑھانی (بخاری کتاب الغسل)

(۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى النَّبِيُّ قَالَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا أَدْرِي زَادَ أَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَا قِيلَ لَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَدٌ فِي الصَّلَاةِ شَىْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ تَوَلَّيْتُ كَذَا وَكَذَا فَتَنَى رَجُلِيَّ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَةً تَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَا فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجِهِمْ قَالَ إِنَّهُ لَوَحْدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَىْءٌ لَنَبَأْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلَكُمْ أَنَسَى كَمَا تَنْسُونَ فَإِذَا نَسِيتُ فَادْكُرُونِي -

عبداللہؐ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے نماز پڑھی۔ ابراہیمؑ کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپؐ نے زیادتی کی یا کمی توجیب آپؐ نے سلام پھیرا آپؐ سے کہا گیا یا رسول اللہؐ کیا نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی فرمایا کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا آپؐ نے اتنی حمد اتنی نماز پڑھی تو آپؐ نے اپنے پاؤں پھیرے اور قبلہ رخ ہوئے اور دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔ جب ہماری طرف متہ کیا تو فرمایا اگر نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہوتی تو میں تمہیں اس کی اطلاع دے دیتا لیکن میں تمہاری مانند ایک بشر ہوں جیسا تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں تو جب میں بھول جاؤں مجھے یاد دلاؤ۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

(۳) عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجْرٍ نِسَائِهِ بِقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِمَّنْ تَبَرَّعْنَا فَكِرْهُتُ أَنْ يَحْسِبُنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمِي -

عقبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبیؐ کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی تو آپؐ نے سلام پھیرا اور جلدی سے کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھاندتے ہوئے

اپنی کسی بیوی کے حجرے میں گئے۔ فرمایا مجھے کچھ سونا یاد آگیا جو ہمارے ہاں تھا پس  
میں نے ناپسند کیا کہ وہ مجھے روکے تو میں نے اس کے بانٹنے کا حکم دیا۔ بخاری

کتاب الصلوٰۃ

مذکورہ بالا احادیث سے ایک نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ آنحضرتؐ میں بھول جانے کا مادہ تھا۔  
پنچاچھ سجدہ سہو آپؐ ہی کا مقرر کردہ ہے۔ گویا آپؐ کا بھول جانا بھی امت کے لیے رحمت  
کا باعث تھا۔ ورنہ اس کی تلافی کا امت کو کوئی طریقہ نہ ملتا۔ دوسرا یہ کہ رسول اللہؐ نماز کی رکعتوں  
کی تعداد بھول گئے تھے اور بعض وقت بھولی ہوئی باتیں بھی یاد آجاتی تھیں۔ تیسرا یہ کہ نبی کریمؐ  
بھی دوسرے انسانوں کی طرح بھول جاتے تھے۔ کیونکہ وہ بھی حضرت آدمؑ کی نسل میں سے  
تھے۔ جب وہ بھول گئے تو پھر حضرت محمدؐ کیوں نہ بھولتے۔

وَلَقَدْ عٰهَدْنَا اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ      اور یقیناً ہم نے پہلے آدم کو حکم دیا تھا مگر وہ  
فَتَسٰى وَكَمْ نَجِدُ لَهُ اَعْمٰۤا رٰطِلًا ع ۶      بھول گیا اور ہم نے اس کا عزم نہ پایا (۲۰-۱۵)

چوتھا یہ کہ تمام نبی نوع بھول جاتے ہیں، مشہور مثال ہے: انسان مرکب خطا و

نسیان۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دعانا نگنا بھی سکھایا گیا:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا      اے ہمارے رب ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں

اَوْ اٰخَطَاْنَا ع ۳۰      یا چوک جائیں۔ (۲۰-۲۸۶)

یہاں کہ اللہ تعالیٰ غلطی کر جانے اور بھول جانے پر کوئی گرفت نہ کرے۔ پانچواں یہ کہ آنحضرتؐ بھی  
بشر تھے تب ہی تو بعض باتوں میں بھول جاتے تھے اگر آپؐ نہ بھولتے تو پھر بھول جانے  
والوں کے لیے کوئی نمونہ نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ایسے لوگ صاف کہہ دیتے کہ آپؐ ہماری جنس  
سے نہیں ہیں۔ بلکہ بشر سے جدا گانہ مخلوق ہیں۔

(۱۱)

اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نقصان پہنچانے والا ہے۔



وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنَّ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۚ وَإِنْ يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (يونس ع ۱۱) اللہ کے سوا سے نہ پکارو جو مدد تجھے نفع دیتا اور نہ تجھے نقصان دیتا ہے اور اگر ایسا کیا تو تو بھی اس وقت ..... ظالموں میں سے ہو گا۔ اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کے درد کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر وہ کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو رد کرنے والا کوئی نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۱۰ - ۱۰۶/۱۰۷)

(۱۱)

حضرت محمد نفع اور نقصان پہنچانے والے نہ تھے۔ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط (الاعراف ع ۲۳) کہہ میں اپنی جان کے لیے نفع کا مالک نہیں اور نہ نقصان کا۔ مگر جو اللہ چاہے (۱۸۸ - ۱۸۹) قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط (یونس ع ۵) کہہ میں اپنے لیے نہ بُرے کا مالک ہوں نہ بھلے کا۔ سوائے اس کے جو اللہ چاہے (۲۹ - ۳۰) قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا دَشًّا (الجن ع ۲۶) کہہ میں تمہارے لیے کسی نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ بھلائی کا۔

(۲۱ - ۲۲)

جب آنحضرتؐ خود ہی نہ تو اپنی ذات کے لیے نفع اور نقصان کے مالک تھے اور نہ دوسروں کی بھلائی اور نقصان کا کوئی اختیار رکھتے تھے تو پھر اولیاء لوگوں کی بھلائی اور نقصان کا اختیار کیسے رکھ سکتے ہیں؟ حالانکہ وہ اپنی ذات کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ أَفَاتَخَذْتُمْ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ط (الرعد ع ۲)

کہہ تو کیا تم اس کے سوائے عاقبتی بناتے ہو جو اپنے بھلے بُرے کے مالک نہیں (۱۳-۱۲)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں سے دعائیں مانگنا اور اپنی حاجتیں طلب کرنا

اور انہیں اپنی مشکلات میں پکارنا پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے

يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَمَا لَا يَنْفَعُهُمْ ذَلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ

(الحج ۲۷) اللہ کو چھوڑ کر اُسے پکارتا ہے جو نہ اُسے نقصان دے سکتا ہے اور نہ اُسے

نفع پہنچا سکتا ہے یہ پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ (۲۲-۱۲)

(۱۲)

اللہ تعالیٰ سونے والا نہیں۔

لَا تَأْخُذُكَ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ (البقرہ ۲۷۳) نہ اُسے اونگھ پڑتی ہے اور نہ نیند

(۲-۲۵۵)

(۱۲)

حضرت محمدؐ سونے والے تھے۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ

لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا (الفرقان ۵)

اور وہی ہے جس نے نہارے لیے رات کو پردہ اور نیند کو (موجب) آرام بنایا اور

دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔ (۲۵-۲۴) وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ

وَالنَّهَارِ (الروم ۳۷) اور اس کے نشانوں میں سے رات اور دن کو تمہارا سونا

(۲۳-۲۰)

چنانچہ رسول اللہؐ بھی رات کو سوتے تھے اور اٹھ کر تہجد کی نماز بھی پڑھتے تھے

دوپہر کو قیلولہ بھی کرتے تھے۔

(۱۳)

اللہ تعالیٰ تھکنے والا نہیں۔

أَوْ لَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزُبْ عَنْهُمُ  
بِقَدْرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ طَبْلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الحقاف ع ۴)

کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے  
پیدا کرنے سے تمہکا نہیں وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔ ہاں وہ ہر  
چیز پر قادر ہے۔ (۴۲-۳۳) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا  
بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ (رق ع ۳۴)  
اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ وقتوں میں پیدا  
کیا اور تکان نے ہمیں نہیں چھووا۔ (۵۰-۳۸)

(۱۳)

حضرت محمدؐ تک جانے والے تھے۔ فَلَمَّا جَا وَشَاءَ قَالَ  
لِفَتْنِهِ إِنَّا عَدَاثْنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا (الكهف ع ۹)  
سوجب وہ دونوں آگے نکل گئے (موسیٰ نے) اپنے لوجوان (ساتھی) سے کہا ہمارا  
صبح کا ناشتہ لے آئے ہمیں اس سفر سے تکان ہو گئی ہے (۱۸-۶۲)  
جیسے حضرت موسیٰؑ تک جاتے تھے اسی طرح سے حضرت محمدؐ بھی۔ یہ حدیث اس  
پر شاہد ہے:

عَنِ الْغُبَيْرَةِ يَقُولُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ لِيَقُومَ أَوْ لِيُصَلِّيَ حَتَّىٰ تَرِمَ كَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ  
مَنْعُهُ رُوَيْتَ هِيَ كَمْ نَبِيٌّ يَهَا تَمَّ كَمْ رَمَىٰ رَهْتًا يَأْتِي نَارَ رُطْبَةٍ حَتَّىٰ كَمْ أَتَىٰ كَمْ  
پاؤں یا پنڈیاں سوج جاتیں۔ (بخاری کتاب التہجد)

(۱۴)

اللہ تعالیٰ کھانے پینے والا نہیں۔

قُلْ أَغْنَىٰ اللَّهُ اتَّخَذَ وَلِيًّا فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يَطْعَمُ (الانعام ع ۱۰)

کہہ کیا میں اللہ کے سوا دوست بناؤں جو آسمان اور زمین کی ابتدا کرنے والا ہے اور وہ کھانے کو دیتا ہے اور اسے کھانے نہیں دیا جاتا۔ (۶-۱۲) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ • مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُونِ • إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْعَرْشِ الْمَتِينُ • (الذاریت ع ۳)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ اللہ

ہی رزق دیتے والا، قوت والا زبردست ہے۔ (۵۱-۵۶ تا ۵۸)

بلاشبہ حقیقی معبود ایسا ہی ہونا چاہیے جو اپنی مخلوق کو رزق دے اور اس کی تمام حاجتوں کو پورا کرے۔ اب جو ہستی خود ہی کھانے پینے اور دیگر حوائج بشری کی محتاج ہو اس سے دعائیں مانگنا اور اپنی حاجتیں طلب کرنا اور اسے اپنی مشکلات میں پکارنا سراسر شرک اور کفر ہے۔

(۱۲)

حضرت محمدؐ کھانے پینے والے تھے:

وَقَالُوا مَا لِذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمشِي فِي الْأَسْوَاقِ ط (الفرقان ع)

اور کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے (جو) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے

(۲۵-۷)

نہ صرف آنحضرتؐ بلکہ تمام انبیاءؑ کھانا کھایا کرتے تھے۔ یہ آیات اس پر شاہد ہیں

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا آلَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ (انبیاء ع) اور ان کے ہم

نے ایسے جسم بنا دیے تھے کہ کھانا کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر متغیر تھے (۲۱-۸) وَمَا

أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْهُمْ لِيَأْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَمْشُوا فِي الْأَسْوَاقِ ط

(الفرقان ع) اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ یقیناً کھانا کھاتے



تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے (۲۵-۲۲)  
صاف ظاہر ہے کہ جس کا جسم ہوگا وہ کھانا کھائے گا اور چلے پھرے گا اور اس کا سا  
بھی پڑے گا۔

(۱۵)

اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرنے والا ہے۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي  
قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا

بِئِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ (البقرہ ع ۲۳)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے  
والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔ پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری  
کریں اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔ (۲-۱۸۲) وَقَالَ رَبُّكُمْ  
ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن ع) اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری

دعا قبول کروں گا۔ (۲۰-۶۰)

رسول اللہؐ تو خود اپنے رب سے دعائیں مانگتے تھے۔ اب مسلمانوں کا اس اسوہ حسنہ کو  
چھوڑ کر اولیاء اللہ سے دعا مانگنا سر اسر شرک ہے جو کبھی بخشنا نہیں جائے گا۔ بلاشبہ دعائیں قبول  
کرنے والی ہستی اور دعائیں مانگنے والی ہستیوں میں کوئی فرق اور تمیز نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ  
کر اس کے محتاج اور عاجز بندوں کو اپنا حاجت روا سمجھ لینا شرک اور کفر ہے جب اللہ تعالیٰ  
کا رسول خود اپنے رب سے مانگتا ہے تو پھر اس کے امتی کیوں نہ خدا تعالیٰ سے ہی مانگیں۔  
نہ صرف حضرت محمدؐ بلکہ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ سے ہی مانگا کرتے تھے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا

وَكَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ ۝ (الانبیاء ع ۶۴)

وہ نیکوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے

سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔ (۲۱-۹۰)

(۱۵)

حضرت محمد دعائیں مانگنے والے تھے۔ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ  
وَ اَخْرِجْنِيْ مَخْرَجِ صِدْقٍ وَ اجْعَلْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا  
نَّصِيْرًا۔ (بیتِ اسرائیل ع ۹) اے میرے رب! مجھے سچائی کے داخلے سے  
داخل کیجیو۔ اور سچائی کا نکلنا نکالیو اور مجھے اپنے پاس سے مدد دینے والی توت

دے (۱۶-۸۰)

(۱۶)

اللہ تعالیٰ ہی پکارے جانے کے لائق ہے۔ لَهُ دَعْوَةٌ الْحَقُّ وَالَّذِيْنَ  
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كِبٰسِيْطٍ  
كَفِيْرًا اِلَى الْمَا ءِ لِيَبْلُغَ قٰهٗ وَ مَا هُوَ بِبَالِيْغٍ وَ مَا دَعَاؤُ الْكٰفِرِيْنَ  
اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (الرعد ع ۲) اسی کا حق ہے کہ اُسے پکارا جائے اور  
وہ جنہیں وہ اس کے سوائے پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کو قبول نہیں کرتے۔ مگر اُس  
شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلاتا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک اپنے  
اور وہ اُس تک پہنچنے والا نہیں اور کافروں کی دُعا ضائع ہی ہوتی ہے۔ (۱۳-۱۲)

(۱۶)

حضرت محمد اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنے والے تھے۔ قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّيْ  
وَ لَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا (الجن ع ۲۶) کہہ میں صرف اپنے رب کو پکارتا

ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا (۲۲-۲۰)

اب جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا فرت شدہ لوگوں کو پکارتے ہیں وہ حقیقتہً رسول اللہ کی  
اس سنت سے منہ پھیرتے ہیں اور اعلانیہ شریک کرتے ہیں۔

(۱۷)

اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وَمَنْ يَغْفِرِ اللَّهُ ذُنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَقَدْ قَالَ عِمْرَانُ (۱۲۶) اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو  
بخشتا ہے (۱۲۳-۳) غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ (مؤمن ع) گناہ بخشنے والا اور  
توبہ قبول کرنے والا۔ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ  
اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور بدیوں کو مٹاتا ہے اور وہ جانتا  
ہے جو تم کرتے ہو۔ (۲۵-۲۲)

(۱۷)

حضرت محمد اپنے قصوروں کی معافی مانگنے والے تھے۔ وَاسْتَغْفِرُ  
لذُنُوبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد ع ۲) اور اپنے قصور کے لیے  
بخشش مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے (۱۹-۱۷)

اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام قصور بخش دیے یہ آیت اس پر شاہد ہے :  
إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۗ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ  
وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۗ (الفتح ع ۱)  
ہم نے تیرے لیے ایک کھلی فتح (کا راہ) کھول دی تاکہ اللہ ان قصوروں سے تیری خطا  
کرے جو تیرے ذمے پہلے لگائے گئے اور جو پیچھے لگائے جائیں گے اور اپنی نعمت  
کو تجھ پر تمام کرے اور تجھے سیدے رستے پر چلائے۔ (۲۸-۲۱)

(۱۸)

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا دینے والا ہے۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۗ (الشعراء ع ۱۵) اور جب میں بیمار ہوتا ہے تو وہی  
مجھے شفا دیتا ہے۔ (۲۶)۔ صاف ظاہر ہے کہ بیمار ہو جانا بشر کا خاصا ہے۔

وَيُغْفِرُ مَا تَعْتَدُونَ (الشعراء ع ۳۷)

(۱۸)

حضرت محمدؐ بیمار ہو جانے پر شفا پاتے تھے جیسے حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ بیمار سے شفا دیتا تھا۔ اسی طرح سے حضرت محمدؐ کو بھی۔ جب کبھی وہ بیمار ہو جاتے تھے۔ حدیث اس پر گواہ ہے :-

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ <sup>رضی اللہ عنہ</sup> أَنَّ النَّبِيَّ <sup>صلى الله عليه وسلم</sup> فِي مَرَضِهِ وَهُوَ يُوعَكُ وَعُكَا شَدِيدًا -  
 (عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریمؐ کے پاس آپ کی بیماری میں آیا اور آپ کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔) (بخاری، کتاب المرضیٰ)

عَنْ عَائِشَةَ <sup>رضی اللہ عنہا</sup> أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ <sup>صلى الله عليه وسلم</sup> كَانَ إِذَا آتَى مَرِيضًا أَدَاتِي بِهِ قَالَ أَذْهَبَ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ إِشْفَانَتِ الشَّافِي -

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہؐ جب بیمار کے پاس جاتے یا وہ آپ کے پاس لایا جاتا تو کہتے اے سب لوگوں کے رب ستمی کو دور کر دے، شفاء دے اور تو ہی شفاء دینے والا ہے۔ (بخاری کتاب المرضیٰ)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ <sup>صلى الله عليه وسلم</sup> صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ قَرَسِهِ فَجَحِشَتْ سَاقُهُ أَوْ كَتَفُهُ فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يُعَوِّدُونَهُ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ -  
 انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ اپنے گھوڑے سے گر پڑے تو آپ کی پنڈلی یا کندھا پھل گیا اور آپ کے اصحاب نے آپ کی عیادت کیلئے آئے تو آپ نے انھیں بیٹھ کر نماز پڑھانی اور وہ کھڑے تھے۔ (بخاری کتاب الصلوة)

صاف ظاہر ہے کہ آپ کا جسد مبارک بھی دوسرے انسانوں جیسا ہی تھا کیونکہ پوری جسم میں پنڈلی اور کندھے کا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۱۹)



اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ لِأَلَّا تَكُونُوا مِمَّنْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ غَيْرِ مَا تَعْبُدُونَ وَهُوَ  
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ (الانعام ع ۱۳) یہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود  
نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا سوا اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔  
(۶-۱۰۳) هَذَا خَلَقْتُمُ اللَّهُ فَارْوُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ بَلِ  
الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ یہ اللہ کی پیدائش ہے تو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا  
جو اس کے سوا ہے بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں (۳۱-۱۱) (لقمن ع ۱)

(۱۹)

حضرت محمد مخلوق تھے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ  
تَتَّقُونَ (البقرہ ع ۲) اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں  
جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ (۲-۲۱) قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ  
(حم السجدة ع ۱) کہہ میں صرف تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ (۲۱-۶)

صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت بھی ویسے ہی مخلوق تھے جیسا کہ پہلے لوگ۔ جیسے پہلے  
لوگ نطفہ سے پیدا ہوئے۔ اسی طرح سے رسول اللہ بھی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِن نُّطْفَةٍ

ہم نے انسان کو طے ہوئے نطفہ سے

أَمْشَاجٍ (الدھر ع ۱) پیدا کیا ہے۔ (۶-۲)

یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد نے کھلے نفظوں میں علانیہ یہ کہہ دیا۔ میں تمہاری طرح  
بشر ہوں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ہماری پیدائش ہوئی اسی طرح سے رسول  
اللہ کی بھی۔ جیسے ہمارے جسم میں اسی طرح سے رسول اللہ کا بھی تھا۔ جیسے ہمارے جسموں کا  
سایہ پڑتا ہے ویسے ہی رسول اللہ کے جسم کا بھی سایہ پڑتا تھا کیونکہ جو نطفہ سے پیدا ہوتا

ہے اس کا جسم خاکی ہوتا ہے نہ کہ نوری۔ غرضیکہ آنحضرت بشری حواج کی رُف سے ہماری مانند بشر ہی تھے نہ کہ فرشتہ۔ جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں اسی طرح وہ بھی کھاتے پیتے تھے۔ البتہ ان پر وحی نازل ہوتی تھی جس سے وہ عام لوگوں سے ممتاز ہو جاتے تھے۔ مگر اس وحی سے بشری خواص حواج، صفات اور قرنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ گویا بشری لوازمات بالکل برقرار رہتے تھے اور اس وحی سے وہ خود بھی ہریت پاتے تھے اور وہ لوگ بھی جو ان پر ایمان لاتے اور ان کی اطاعت کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک وسیلہ تھے جسے بشر رسول کہا جاتا ہے جس میں یہ حکمت رکھی گئی کہ لوگ انہیں خدائی رتبہ نہ دیں۔

(۲۰)

اللہ تعالیٰ بشر کا پیدا کرنے والا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا (الفرقان ع ۵)

اور وہی ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا پھر اسے نسب اور سسرال (والا)

بنایا۔ (۲۵/۵۳)

(۲۰)

حضرت محمد بشر کے صفات رکھنے والے تھے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الكهف ع ۱۲) کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر

ہوں (۱۸ - ۱۱۰)۔ صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت بشری صفات کا مجموعہ تھے۔ چنانچہ ان کا

نسب نامہ اور سسرال بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بشر خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ محدود ہوتا ہے

اور اس کا سایہ بھی پڑتا ہے۔

(۲۱)

اللہ تعالیٰ غلطی کرنے والا نہیں۔

لَا يُضِلُّ رَبِّي (ظہ ۱۲ع) میرا رب غلطی نہیں کرتا۔ (۲۰-۵۱)  
 بلاشبہ اللہ تعالیٰ غلطی کرنے سے قطعاً منزہ ہے کیونکہ جو غلطی کر جائے یا بھول  
 جائے وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔

(۲۱)

حضرت محمدؐ غلطی کر جانے والے تھے۔  
 عَمَّا لَلَّهِ عَنْكَ لِمَا أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَّ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَ  
 تَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ (التوبة ع ۷) اللہ تجھے ممان کرے تو نے کیوں ان کو  
 اجازت دی یہاں تک کہ جو سچے تھے وہ تیرے لیے الگ ہو جاتے اور تو جھوٹوں کو  
 بھی جان لیتا۔ (۹-۲۳)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ  
 غَفُورٌ رَّحِيمٌ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ  
 الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (التحريم ع ۱)

اے نبی! کیوں اسے حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا تو اپنی بیویوں کی  
 رضا چاہتا ہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے تمہاری  
 قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ علم والا حکمت والا ہے

مذکورہ بالا آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ سے بھی غلطی سرزد ہو  
 جاتی تھی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو ممان کر دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ خواہ ایسی غلطی اجتہاد  
 کے رنگ میں ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً حلال کا حرام کر لینا۔ صاف ظاہر ہے کہ غلطی کر جانا یا بھول  
 جانا بشر کا خاصا ہے۔

(۲۲)

اللہ تعالیٰ کو سب اختیار ہے۔

يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ط (ال عمران ۱۶۴)  
 کہتے ہیں کیا ہمارا بھی کچھ اختیار ہے کہہ کہ اختیار تو سب کا سب اللہ کا ہی ہے۔ (۳-۱۵۳)

(۲۲)

حضرت محمد کو کوئی اختیار نہ تھا۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (ال عمران ۱۳۶)  
 اس کام میں تیرا کچھ (دخل) نہیں خواہ وہ ان پر رحمت سے لوٹے یا انہیں عذاب سے  
 کہ وہ ظالم ہیں۔ (۱۳۶)

(۲۳)

اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔  
 قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى ط وَأَمْرَنَا لِلنُّسُلِمِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط (الانعام)  
 کہہ اللہ کی ہدایت وہی (کامل) ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ جہانوں کے  
 پروردگار کی فرمانبرداری کریں (۶-۱۱) إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى ط (دلیل ۱۶)  
 یقیناً راستہ دکھا دینا ہمارا کام ہے۔ (۹۲-۱۱۲)

(۲۳)

حضرت محمد ہدایت پانے والے تھے۔  
 وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى ط (والضحیٰ ۱۶) اور تجھے طالب پایا تو راستہ بتایا  
 (۹۳-۱۰) قُلْ إِنِّي هَدَى رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ط (الانعام ۲۶) کہہ بیشک  
 مجھ کو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ہے۔ (۶-۱۶۲)۔  
 بلاشبہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے کیونکہ لوگوں کا ہدایت پاجانا رسول  
 اللہ کی خواہش پر نہ تھا۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:  
 إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنْ تُوَاوَىٰ مِنْ هَدَىٰ رَبِّكَ فَتُهْتَبِطُ



اللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ  
بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

رکھتا ہو لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا  
ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا

(القصص ۶۴)

وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ لِمِ اَرْضِهِمْ  
فَاِنْ اَسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا  
فِي الْاَرْضِ مِنْ اَوْسَلَمَا فِي السَّمَاۓِ  
فَتَاتِيْهِمْ بِاَيِّ طَرَفٍ وَّلَوْ شَاءَ اللّٰهُ  
لَجَمَعَهُمْ عَلٰى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ  
مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ۝ (الانعام ۲۷)

ہے۔ (۲۸: ۵۶)  
اور اگر تجھ پر ان کا منہ پھیر لینا دشوار گزرتا ہے  
تو اگر طاقت رکھتا ہے کہ زمین میں کوئی سزنگ  
تلاش کر لے یا آسمان میں کوئی سیرٹھی پس  
ان کو کوئی نشان لادے اور اگر اللہ چاہے  
تو ان کو ہدایت پر جمع کر دے سو تو جاہلوں میں  
سے نہ ہو (۶-۳۵)

(۲۲)

اللہ تعالیٰ غنی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اٰنتُمْ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (فاطحة)

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے (۱۵-۳۵) وَاللّٰهُ  
الْغَنِيُّ وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ (محمد ع ۴) اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ (۲۷-۳۸)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کو محتاج اور مالدار بناتا ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:  
وَ اِنَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ وَاَقْنٰى ۝ (النجم ع ۳) اور کہہ کہ وہی کسی کو مالدار کرتا ہے اور کسی کو  
محتاج بناتا ہے۔ (۵۳-۲۸)

(۲۲)

حضرت محمدؐ محتاج نہ تھے۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا قَانِيًا (الضحیٰ ع ۱۷) اور تجھے تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔

(۱۳-۸)

(۲۵)

اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا وارث ہے۔

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ (الحجج ۲)

اور یقیناً ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ (۱۵-۲۳)

(۲۵)

حضرت محمد کسی چیز کے وارث نہ تھے۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے۔

فَقَالَ لَهَا ابْنُ أَبِي بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا تُورِثُ مَا تَوَكَّنَاهُ صَدَقَةٌ (بخاری)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے ہم کوئی میراث نہیں

چھوڑتے۔ جو ہم چھوڑ جائیں۔ وہ صدقہ ہے۔ (بخاری کتاب فرض الخمس)

(۲۶)

اللہ تعالیٰ ہنسانے والا اور رولانے والا ہے۔ وَآتَتْهُ هُوَ أَصْحَابُكَ

وَآبُكَ (النجم ۳) اور کہہ کہ وہی ہنسانا اور رولاتا ہے۔

(۵۳-۴۲)

(۲۶)

حضرت محمد حسب موقع ہنستے بھی تھے اور روتے بھی۔ اس کے ثبوت

ذیل کی امداد پیش پیش کی جاتی ہیں:-

سہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کے پاس آنے کی اجازت

مانگی اور آپ کے پاس قریش کی عورتیں (آپ کی بیویاں) تھیں۔ آپ سے گفتگو کرتی

تھیں اور خرچ زیادہ مانگتی تھیں۔ اور آپ نہیں رہتے۔ (بخاری بدار السخلی)

وَإِبْرَاهِيمَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلْتُ عَيْنًا رَسُولَ اللَّهِ تَذَرِفَانِ

اور حضرت ابراہیم دم توڑ رہے تھے تو رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

(بخاری کتاب الجناز)

(۲۷)

اللہ تعالیٰ کا جسم نہیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام ۱۳۷)  
 نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ باریک باتوں  
 کا جاننے والا ہے۔ (۱۰۲-۶) اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور ۵)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ (۲۲-۳۵)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا جسم نہیں کہ نظر انسانی اس کا احاطہ کر سکے۔ مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ  
 کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے وہ سب احاطہ نظر انسانی میں آسکتے ہیں کیونکہ وہ محدود ہوتے  
 ہیں اور خدا تعالیٰ محدود نہیں۔

(۲۷)

حضرت محمد کا جسم تھا۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى (بنی اسرائیل ۱۷)

وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے (محمد) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی

طرف لے گیا۔ (۱-۱۷) الَّذِي يُرِيكَ جِئِن تَقُومُوا وَتَقْلُبُكَ فِي السُّجُودِ (الشعراء ۱۱)

جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں تیرے پھرتے رہنے

کو (دیکھتا ہے۔ (۲۷-۲۱۸) إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْلَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ

وَنُصْفَةَ وَثُلُثَةَ الْغَمَلِ (۲۷) تیرا رب جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات کے قریب قیام

کرتا ہے اور (کبھی) اسی کا نصف اور (کبھی) اس کا تہائی (۲۰-۲۳)

ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کا جسم مبارک تھا۔ جس کے ذریعے آپؐ چلتے، پھرتے، کھاتے،

پیتے، نماز میں قیام، رکوع اور سجود کرتے، موتے اور مجامعت بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے

کہ آپؐ کے لیے "عبودہ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپؐ کا بھی اسی طرح سے سایہ تھا

جیسا کہ حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء کا۔ کیونکہ وہ بھی عبد ہی تھے اگر آنحضرت کا سایہ نہ ہوتا تو عمر وہ عبد کہہ کر نہ پکارے جاتے۔

(۲۸)

اللّٰهُ تَعَالَىٰ عِزَّتْهُ أَوْ زَلَّتْ كَادِيْنِيْ وَاللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُوْتِي الْمَلِكُ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُنَادِلُ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيْرٌ (ال عمران ع ۳۶) کہہ اے اللہ ملک کے مالک تو مجھے پاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے پاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جسے پاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے پاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں (سب) بھلائی ہے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (۳-۲۵)

(۲۸)

حضرت محمدؐ تو عزت پانے والے اور آپ کے دشمن دولت پانے والے۔ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاِنْ حَرَّهٗ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ہم نے تجھے کوثر دیا ہے سو تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر جو تیرا دشمن ہے اس کا نام لیا کوئی نہ رہے گا۔ (۱۰۸- آنا ۳) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے تیرے ذکر کو تیرے لیے بلند کیا۔ (۲-۹۴)

(۲۹)

اللّٰهُ تَعَالَىٰ مَعْجَزَاتُهَا كَادِيْنِيْ وَاللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَيْنَا اٰيَةً مِّنْ رَّبِّهِ ط قُلْ اِنَّمَا الْاٰيَةُ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (العنكبوت ع ۵) اور کہتے ہیں اس پر اپنے رب کی طرف سے نشان کیوں نہ آتا ہے گئے۔ کہہ نشان صرف اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف کھلم کھلا ڈرتے



والا ہوں۔ (۲۹)

(۲۹)

حضرت محمدؐ معجزوں کے ظاہر کرنے والے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ  
وَأَنْشَقَّ الْقَمَرُ وَرَأَى يَدُورًا آيَةً يُعْرِضُونَ وَيَقُولُوا سِحْرٌ  
مُسْتَمِرٌّ (القمرع ۱) (وعدسے) کی گھڑی قریب آگئی اور چاند بھٹ گیا۔ اور اگر  
کوئی نشان دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں زبردست جادو ہے۔ (۲۹-۵۴)

(۳۰)

اللہ تعالیٰ نعمتوں کا دینے والا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ  
مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآفَى تُؤْفَكُونَ (فاطرع ۱)  
اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوائے کوئی اور پیدا  
کرنے والا تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ اس کے سوائے کوئی  
معبود نہیں۔ سو تم کہاں سے اُلٹے پھر جاتے ہو۔ (۳۰-۳۵)

(۳۰)

حضرت محمدؐ نعمتوں کا ذکر کرنے والے۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى  
وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ. وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ. فَأَمَّا الْيَتِيمَ  
فَلَا تَقْهَرْ. وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ. وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحىٰ ۱)  
کیا اس نے تہیں یتیم نہیں پایا سو پناہ دی تجھے طالب پایا تو رستہ بتایا۔ اور تجھے  
تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ سو یتیم پر سختی نہ کر اور سوالی کو نہ ڈانٹ اور  
اپنے رب نعمت کا ذکر کرتا رہ۔ (۳۰-۹۳ تا ۱۱)

(۳۱)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (البقرہ ع ۲۲) اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

وہ ہمیشہ زندہ خود قائم، قائم رکھنے والا ہے۔ (۲ - ۲۵۵) وَقَوْلِكَ عَلَى

الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (الفوقان ع ۵) اور زندہ (خدا) پر بھروسہ کر

جو مرنا نہیں۔ (۲۵ - ۵۸) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص ع ۹)

اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی (پاک)

ذات (۲۸ - ۸۸) كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ

وَالْإِكْرَامِ (الرحمن ع ۲) سب جو اس کے اوپر ہیں فنا ہونے والے ہیں اور تیرے

رب کی ذات باقی رہتی ہے۔ (جو) جلال اور عزت والا ہے۔ (۵۵ - ۲۷)۔

وَعَنْتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (طلحہ ع ۶)

اور زندہ قائم خدا کے سامنے بڑے بڑے لوگ ذلیل ہو جائیں گے۔ اور وہ نامراد

ہوا جس نے ظلم (کا بوجھ) اٹھایا۔ (۲۰ - ۱۱۱)

مذکورہ بالا آیات کا حاصل یہ ہے کہ معبود حقیقی وہی ہونا چاہیے۔ جو ہمیشہ زندہ

رہے اور جس میں کوئی تغیر نہ ہو۔ کیونکہ فنا ہو جانے والی ہستی کبھی بھی معبود بنانے جانے

کے قابل نہیں ہو سکتی۔ اب جو لوگ فوت شدہ انبیاء اور اولیاء کو اپنا معبود بنا کر ان سے

دعائیں مانگتے ہیں اور اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اور انہیں اپنی مشکلات میں پکارتے

ہیں وہ یقیناً کھلا شرک کرتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ زندہ خدا کے سامنے ذلیل ہو جائیں

خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتے ہوں۔ کیونکہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ إِنَّ الشِّرْكَ

لظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمان ع ۲۶) یہی وجہ ہے کہ جنت مشرکوں پر حرام کی گئی ہے۔ علاوہ اس

یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب عیسائیوں نے حضرت مسیح کا درجہ بڑھا کر انہیں اپنا خدا

خدا کا بیٹا ٹھہرایا تو آنحضرتؐ نے ۹ھ میں وفدِ نجران کے سامنے اس کی تردید میں قرآن

آیات سے خدا تعالیٰ کے صفات پیش کر کے یہ بتلایا کہ حضرت مسیحؑ میں تو خدائی صفات ہی نہ تھے اور نہ ہی وہ خدا کے بیٹے تھے۔ چونکہ عیسائی قرآن حکیم کو تو مانتے نہیں۔ اس لیے بندہ نے مقدس بائبل کی رو سے خدا تعالیٰ کے صفات اور حضرت مسیحؑ کے اوصاف کا موازنہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ صرف ایک بشر رسول ہی تھے۔ ان میں خدائی صفات بالکل نہ تھیں اور نہ ہی وہ خدا کے بیٹے تھے۔ بلاشبہ تو ایسے اپنے واقعات کو دہرایا کرتی ہے۔ جب صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام نے عیسائیوں کی تقلید کر کے حضرت محمدؐ کا درجہ بڑھایا اور ان کی طرف خدائی صفات ”عالم الغیب“ اور ”حاضر و ناظر“ منسوب کر دیں۔ تو پھر خاکسار نے اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت محمدؐ کے اوصاف کا موازنہ ازرفئے قرآن کریم اور احادیث شریفین سے پیش کر دیا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک کسی مسلمان نے ایسا موازنہ شائع نہیں کیا۔ اگر ایسا مقابلہ لکھا جاتا تو پھر کسی ایماندار کو آنحضرتؐ کا درجہ بشر رسول سے گھٹانے یا بڑھانے کی ہمت نہ پڑتی۔ اور نہ ہی ان کی طرف خدائی صفات منسوب کرنے کی جرأت ہوتی۔ ذَلِك فَضْلُ اللَّهِ يُورِي مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الجمعة ۱۷)

(۳۱)

حضرت محمدؐ وفات پا گئے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّن مَّتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ ه كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط (الانبیاء ۳۷) اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی انسان کے لیے ہمیشگی نہیں رکھی تو کیا اگر تو مزے تو یہ رہ جائیں گے۔ ہر شخص موت کا مزا

چکھنے والا ہے۔ (۲۱-۳۴ و ۳۵)

چنانچہ آنحضرتؐ بھی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ یہ حدیث اس پر شاہد  
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت وفات  
 پائی جب آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ (بخاری کتاب المناقب)





# باب نہم

## مُتَقَامِ رَسُوْلٍ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ مِّمَّا قَدْ خَلَتْ  
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط

اور محمد ایک رسول ہی ہے اس  
سے پہلے (سب) رسول مرچکے ہیں

(۳ - ۱۲۳)

(ال عمران ۱۵ع)

یہی الفاظ حضرت مسیح کے متعلق بھی قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا الْمَسِيْحُ اَبْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ  
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط

مسیح ابن مریم صرف رسول ہے اس  
سے پہلے ہی رسول گذر چکے ہیں

(۵ - ۷۵)

(المائدہ ۱۰ع)

۱۔ حضرت مسیح والی آیت سے تو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ان سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے  
ہیں اور کوئی بھی باقی نہیں رہا جو دنیا میں دوبارہ آئے۔ اور حضرت محمد والی آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا  
ہے کہ ایک رسول حضرت مسیح جو کہ حضرت محمد رسول اللہ سے مین پہلے تھے وہ بھی فوت نہ ہوئے  
بلکہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ گویا آنحضرت والی آیت کے رو سے ان سے پہلے کے  
رسول حضرت مسیح جو باقی رہ گئے تھے وہ بھی فوت نہ ہوئے (بقیہ ماشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جتنے رسول دنیا میں بھیجے گئے۔ ان میں سے کسی کے لیے "إِلَّا رَسُولٌ" کے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے سوائے دو رسولوں کے حضرت مسیح اور حضرت محمد کے جس میں یہ راز ہے کہ ان سے پہلے گذشتہ رسولوں میں سے کسی کا بھی ان کی امتوں نے بشر رسول سے بڑھ کر درجہ نہیں بڑھایا۔ لہذا ان کے متعلق "إِلَّا رَسُولٌ" کے الفاظ بیان نہیں کیے گئے مگر حضرت مسیح کی امت نے ان کا درجہ بڑھا کر انہیں اپنا خدا ٹھہرایا۔ اسی طرح سے حضرت محمد کی امت کے اکثر لوگوں نے ان کی طرف بعض خدائی صفات منسوب کر کے ان کا درجہ بڑھایا اور انہیں خدا کا رتبہ دے دیا، لہذا ان کا ذکر "إِلَّا رَسُولٌ" کے الفاظ میں بھی کیا گیا جن سے دونوں رسولوں کی امتوں کو یہ کہہ کر متنبہ کیا گیا کہ ان رسولوں کا بھی درجہ بشر رسول سے بڑھ کر نہ بڑھائیں کیونکہ یہ بھی ایسے ہی رسول تھے، جیسا کہ ان سے پہلے گذر چکے۔ جب تم ان رسولوں کا درجہ نہیں بڑھاتے تو پھر ان کا کیوں بڑھانا ہو عقلمند حضرات کے لیے غور کرنے کا موقع ہے۔

«۔ حضرات محمدؐ، حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئیوں کے مصداق تھے جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہوتا ہے:

اے ہمارے رب! اور ان میں انھی میں سے	رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ
ایک رسول اٹھا جو ان پر تیری آیات پڑھے،	يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو	وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ
پاک کرے تو غالب حکمت والا ہے۔ (۲۱-۲۹)	الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ ۱۵۴)

البتیہ ما شبہ صفحہ سابقہ صحابہ کرام یہ کہہ سکتے تھے کہ جب حضرت مسیحؑ زندہ ہیں تو پھر رسول اللہؐ کیوں فوت جائیں۔ اس وقت صحابہ کرام حیات اور نزول مسیحؑ کے متعلق کوئی استدلال نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ ایسی تمام احادیث رسول اللہؐ کی وفات کے بعد بنائی گئی تھیں جو سراسر نہ صرف قرآنی تعلیم بلکہ ختم نبوت کے بھی خلاف ہیں کیونکہ رسول اللہؐ کے بعد حضرت مسیحؑ کا آنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا رسول اللہؐ کی بعثت سے پوری ہو گئی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے؛  
وہی ہے جس نے امتیوں کے اندر انھی میں سے

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ

ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا  
ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور

رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ  
يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

حکمت سکھاتا ہے اور وہ پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں  
پڑے تھے اور ان میں سے اوروں کو بھی

وَأَنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ  
وَأَخْرَجَ مِنْهُمْ لِمَا يَلْحَقُوا بِهِمْ

جو ابھی ان کو نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

ہے۔ (۶۲-۳۵۲)۔

(الجمعة ۱۴)

اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبیؑ ہیں، کیونکہ وہ ان لوگوں

کی طرف بھی رسول تھے جو ابھی تک اُن پر ایمان نہیں لائے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ آپؐ  
کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور کوئی شخص اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔

حضرت موسیٰؑ کی یہ پیش گوئی "خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے

یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سنتا۔ میں ان کے  
لیے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں

ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا"۔ استثناء (۱۸-۱۵)۔

بھی اس آیت کی رو سے پوری ہو گئی۔ ۱۔

ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہ

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا

ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول

عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

بھیجا۔ (۴۳-۱۵)

رَسُولًا (المزمل ۱۴)

چنانچہ دنیا کی تاریخ میں سوائے حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کے کسی نبی نے حضرت موسیٰؑ جیسا

نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسے حضرت موسیٰؑ شریعت والے رسول تھے اسی طرح آنحضرتؐ

بھی۔ جیسے فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کی۔ اسی طرح سے ابو جہل نے حضرت محمدؐ کی مخالفت کی۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے مخالفین فرعون ہوئے ویسے ہی رسول اللہؐ کے مخالفین تنباہ ہوئے۔

اور حضرت عیسیٰؑ کی یہ پیش گوئی "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے" (یوحنا ۱۴-۱۶) بھی اس آیت کی رو سے پوری ہو گئی :

اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوا جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے۔ سو جب وہ ان کے پاس کھلی دیکھیں گے کہ آیا تو انہوں

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِمْ  
بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ فَلَمَّا جَاءَهُمْ  
بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ

نے کہا یہ صریح جادو ہے۔ (۶۱-۶۲)

(الصف ۱۴)

چنانچہ رسول اللہؐ کی نبوت ابد تک رہے گی۔ یعنی ان کے بعد کوئی ایسی بات نہ ہوگی

جس پر لوگوں کو ایمان لانا پڑے۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں :

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ پس اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔ (۴۵-۴۶)

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ  
بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَ  
آيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ (الباقیہ ۱۴)

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ يُؤْمِنُونَ

سو اس کے بعد کس بات پر ایمان

لائیں گے۔ (۴۷-۵۰)

(المرسلات ۲۴)

صاف ظاہر ہے کہ جیسے آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔ اسی طرح سے قرآن مجید

جو آپؐ پر نازل ہوا آخری کتاب ہے۔ کیونکہ دونوں کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے

اب قارئین کا قرآن کریم کو تو آخری کتاب ماننا مگر رسول اللہؐ کو آخری نبی نہ ماننا کوئی عقلمند

نہیں۔ حالانکہ آنحضرتؐ کا اپنا ارشاد ہے کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں



علاوہ ازیں حضرت عیسیٰؑ کی یہ پیش گوئی ”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی براشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔“ (یوحنا ۱۶-۱۲ و ۱۳) بھی آنحضرتؐ کے حق میں اس آیت کی رو سے پوری ہو گئی۔

اور نہ خواہش نفس سے ہوتا ہے  
یہ مرن وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ  
هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۗ

ہے۔ (النجم ۵۳-۴۳)

(النجم ۱)

کیونکہ رسول اللہؐ جو وحی الہی سے سنتے تھے وہی لوگوں سے کہتے تھے اور آئندہ کی خبریں بھی دیتے تھے۔

(۲) حضرت محمدؐ پر قرآن مجید بذریعہ وحی کے نازل کیا گیا تھا:

یقیناً ہم نے تیری طرف وحی کی جیسے ہم نے  
روح اور اس سے پھیلے نبیوں کی طرف وحی  
کی اور ہم نے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق  
اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ  
اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان  
کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور وحی  
اور کچھ رسول ہیں جن کا حال ہم تجھ سے  
پہلے بیان کر چکے ہیں اور کچھ رسول  
ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا اور  
اللہ نے موسیٰؑ سے بہت باتیں کیں (۱۶۳-۱۶۴)

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا  
إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۗ  
أَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ  
وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ  
وَعِيسَىٰ وَيُوسُفَ وَهُدًى  
وَأَيُّوبَ ۗ وَسُلَيْمَانَ  
دَاوُدَ ۗ ذُرِّيَّتَنَا  
قَضَيْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ  
وَرُسُلًا لَّمْ نَقْضُصْهُمْ عَلَيْكَ  
وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا (النساء ۲۳)

کہہ کون سی چیز شہادت میں سب سے بڑی ہے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں۔ اور اسے جس

کو وہ پہنچے۔ (۶-۱۹)

ہم اس قرآن کی تیری طرف وحی کرنے سے تجھے نہایت اچھا بیان سنانے ہیں اگرچہ تو اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھا۔

(۱۲-۱۳)

قُلْ أَتَىٰ شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلْتُ  
اللَّهُ قَدْ شَهِدْتُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ قَدْ  
أَوْحَىٰ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَ كَعْرِيَةً  
مَنْ بَلَغَ ط

(الانعام ۲۴)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ  
بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِن  
كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ

(یوسف ۱)

۷۔ بلاشبہ اہل اسلام کو قرآن حکیم کا وارث ٹھہرایا گیا ہے جس کا صان مطلب یہ ہے کہ مسلمان اس کی تعلیم پر عمل کریں اور اس کی اشاعت کریں یہ آیت اس پر شاہد ہے: ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بإِذْنِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (فاطر ۴) پھر ہم نے کتاب کا وارث ان کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چنا۔ سو کوئی ان میں سے اپنی جانی پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی ان میں سے میانہ رو ہے اور کوئی ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے یہی بڑا فضل ہے (۳۵-۳۲)۔

اسی طرح سے بنی اسرائیل کو بھی حضرت موسیٰ کی کتاب کا وارث بنایا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ (المؤمنین) اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ (۴۰-۵۳) مگر افسوس تو صرف اس بات کا ہے کہ نہ تو بنی اسرائیل اپنی کتاب پر عمل کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی اشاعت کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل اسلام بھی نہ تو قرآن مجید کی تعلیم پر چلتے ہیں اور نہ ہی اس کی تبلیغ کرتے ہیں گویا قرآن مجید کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ كَوْمِئِذٍ اتَّخَذُوا هَذَا رِبْقِيَةً صَعْفَةً آخِذَةً بِرِءَاسِهِمْ

پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم راستی  
کے دین پر چل اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا

(۱۶-۱۱۳)

اور کتاب جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہے وہ  
حق ہے اس کی تصدیق کرنے والی جو اس  
سے پہلے ہے یقیناً اللہ اپنے بندوں سے  
تجربہ دار (انہیں) دیکھنے والا ہے۔ (۳۱-۳۵)۔

تیری طرف قرآن اور اسی طرح ہم نے عربی وحی  
کیا ہے تاکہ تُوہبتیوں کے مرکز کو ڈرائے اور

ان (سب) کو جو اس کے ارد گرد ہیں اور اس  
اکٹھا ہونے کے دن سے ڈرائے جس میں  
کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ بہشت میں ہوگا  
اور ایک گروہ دوزخ میں۔ (۲۲-۷)

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے  
روح بھیجی۔ تو نہ بانا تھا کہ کتاب کیا ہے اور  
نہ دیکھ کہ اس پر ایمان دیکھا ہے) لیکن ہم نے  
اسے نور بنایا۔ اس کے ساتھ ہم اپنے بندوں  
میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔  
اور ترقیناً سیدھے رستے کا طرف ہدایت

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ  
إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ

الْمُشْرِكِينَ ۝ (النحل ع ۱۶)

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ  
الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ  
يَدَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَعِيدٌ لَّنَحِيرٍ  
وَيَصِيرُ ۝ (فاطر ع ۲)

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا  
إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ  
أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ  
يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِارْتِيبِ فِيهِ فَرِيقٌ فِي  
الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝

(شوری ع ۱۴)

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا  
مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا  
الْكِتَابُ وَالْإِيمَانُ وَلَكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا  
نَهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا  
وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ  
مُّسْتَقِيمٍ ۝

رَبْقِیہ ماشیہ صفر سابقہ) الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان ع ۳) اور رسول نے کہا اسے میرے رب  
میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیزوں کی طرح قرار دیا۔ (۲۵-۲۰)

(شوری ع ۵)

کرتا ہے۔ (۲۲-۵۲)

(۳)۔ حضرت محمد اپنے ہی جیسے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ  
يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَ  
يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمُ  
مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝

جیسا کہ ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول  
بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تم کو  
پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا  
ہے اور تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے

تھے۔ (۲-۱۵۱)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ  
فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ  
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ  
الْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ  
مُّبِينٍ ۝ (ال عمران ع ۱۰۴)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا۔  
جب ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان  
پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا  
ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ  
وہ پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ (۳-۱۶۳)

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا  
إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ  
الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ  
عِنْدَ رَبِّهِمْ ط قَالَ الْكٰفِرُونَ إِنَّ هٰذَا  
لَسَجْدٌ يُّٰسِرٌ ۝ (يونس ع ۱)

کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک  
مرد کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ڈرا اور انہیں خوشخبری  
دے جو ایمان لائے کہ ان کے لیے ان کے رب  
کے ہاں راستی کا قدم ہے۔ کافروں نے کہا یہ  
تو صرف کجاوہ ہے۔ (۱۰-۱۰۷)

صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمدؐ اپنی ہی جنس کے لوگوں کی طرف رسول تھے۔ کیونکہ وہ  
انہی میں سے مبعوث کیے گئے تھے۔ جیسا کہ ”رَسُولًا مِّنكُمْ“ ”رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ“ اور  
رَجُلٌ مِّنْهُمْ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ تمام انبیاء بشر ہی تھے اور بشر ہی  
بشر سے ہمدردی کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نہ صرف بنی نوع انسان کے ہمدرد



بلکہ لوگوں کے لیے اُسوۂ حسنہ بھی تھے۔

علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر رسول اللہؐ کا سایہ نہ تھا تو پھر دوسرے

لوگوں کا بھی نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ تمام بشر ایک ہی مادہ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اسی طرح  
سے آنحضرتؐ کے ازواجِ مطہرات کا بھی سایہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ مرد اور عورت کو

بھی ایک ہی جنس سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ آیات اس پر شاہد ہیں:

اور اس کے نشاناتوں میں سے ہے کہ تمہارے

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ

یہ تمہارے نفسوں سے جوڑے پیدا کیے

أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَ

تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان

جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ

محبت اور رحم پیدا کیا یقیناً اس میں ان لوگوں

فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ۔

کے لیے نشان ہے جو فکر کرتے ہیں (۲۱-۲۰)

(الروم ۲۴)

صاف ظاہر ہے کہ سایہ نہ رکھنے والا خاوند سایہ نہ رکھنے والی عورت کا جوڑا نہیں

ہو سکتا کیونکہ مرد اور عورت کو برابر کے صفات والا جوڑا پیدا کیا گیا ہے۔

خَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا (النبا ۱) ہم نے تم کو جوڑے سے جوڑے پیدا کیا (۸۸)

حقیقتہً بشر کا بھی سایہ ہوتا ہے، یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔

اور جو کوئی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں چارو

وَاللَّهُ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

ناچار اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے

كُلُّ عَاذٍ وَكُرْهًا وَظِلْمٌ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ۔

سائے بھی صبح و شام سجدہ کرتے ہیں (۱۳-۱۵)

(الرعد ۲۴)

کیا وہ ہر چیز کو نہیں دیکھتے جو اللہ نے پیدا کی

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ

ہے اس کے سائے بھی دائیں اور بائیں سے

مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّئُوا ظِلُّهُ عَنِ الْيَمِينِ

وُصَلَتْ إِلَيْهِ الشُّرُكُ فَرَمَانِ بَرَدِي كَرْتِي هَمْسِي

وَالشَّمَالِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَهُمُ دَاخِرُونَ۔

اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں نہ پڑا۔

(النحل ۶۴)

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ  
الظِّلَّ ۗ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَائِكِنًا ثُمَّ  
جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۗ لَئِنَّمَا  
قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝  
(الفرقان ع ۵)

کیا تو نے اپنے رب کے کام پر غور نہیں کیا کہ  
کس طرح سایہ کو لمبا کرتا ہے اور اگر چاہتا تو  
اس کو ٹھہرا رکھتا پھر ہم نے سورج کو اس پر  
دلیل ٹھہرایا ہے پھر ہم آہستہ آہستہ سمیٹتے  
ہوئے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں (۲۵-۲۵)

اب رسول اللہ کے سامنے کوئی ماننا گویا ان تمام آیات کو جھٹلانا ہے کیونکہ ان کے  
سامنے کی نفی نہیں کی گئی۔

بلاشبہ لوگوں کے لیے وہی رسول اسوہ حسنہ کا کام دے سکتا ہے جو ان کا ہم جنس  
ہوتا کہ لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے، بات چیت کرنے زبان کو سمجھنے اور آپ کی صحبت  
اور مجلس سے فائدہ اٹھانے اور اس پر ایمان لانے میں آسانی ہو، اگر رسول اللہ کا سایہ  
نہ ہوتا تو پھر سایہ رکھنے والے لوگ آسانی سے یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ بشر سے جدا گانہ مخلوق ہے  
لہذا یہ ہمارے لیے کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ خدا جانے آنحضرتؐ کا سایہ نہ ہونے سے کون  
سی خوبی آپؐ میں پیدا ہو جاتی ہے جو غیر مسلم کے سامنے بھی پیش کی جاسکے اور ان کے اخلاق  
پر اچھا اثر ڈالے، مگر افسوس یہ نکتہ سایہ نہ ماننے والے مسلمانوں کی سمجھ میں نہ گزرتا ہے۔  
(۴)۔ حضرت محمدؐ بشر رسول تھے۔

کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں لیکن میری  
طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی  
معبود ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات  
کا امید رکھتا ہے تو چاہیے کہ وہ اچھے عمل  
کرسے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کوتاہی

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ  
إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ  
يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا  
صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ ۚ  
أَحَدًا ۝ (الكهف ع ۱۲)

۱۔ بلاشبہ آنحضرتؐ کی وحی میں توحید ہی توحید بھری ہوئی ہے اور شرک کی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

شریک نہ کرے۔ (۱۸-۱۱۰)

کہہ میں صرف تمہاری طرح ایک انسان ہوں میری  
طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا مہبود ایک ہی مہبود  
ہے۔ سو اسی کی طرف سبیدھی راہ پر لگے رہو اور  
اس کی حفاظت مانگو اور مشرکوں کے لیے افسوس

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ  
إِلَيَّ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ  
فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا  
وَدِيلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۖ

ہے۔ (۲۱-۶)

(رحم السجدة ۱۴)

نہ صرف اللہ تعالیٰ ہی آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے بار بار یہ اعلان کرتا ہے کہہ میں  
صرف تمہاری طرح بشر ہوں، بلکہ وہ خود بھی یہ اعلان کرتے ہیں: "میں اللہ کا بندہ ہوں اور  
اس کا رسول: "أَنَا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔ (بخاری، کتاب الانبیاء) بلاشبہ

حضرت محمدؐ کے مقام کے متعلق ان کا اپنا ہی یہ قول فیصلہ کن ہے:  
إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۖ وَمَا هُوَ بِالْمَظْلُومِ ۖ  
یہ یقیناً فیصلہ کی بات ہے اور یہ بیہودگی

نہیں۔ (۸۶-۱۳۱۳)

(طارق ۱۴)

اب جو اہل اسلام اس فیصلہ کو نہ مانیں اور ان کا رتبہ بشر رسول سے بڑھ کر بڑھائیں  
وہ ذیل کی آیت پڑھ کر خود ہی اپنے ایمان کا اندازہ لگالیں۔

سو نہیں تیرے رب کی قسم وہ ایمان نہیں لاتے۔  
(۲۵-۲۶) تا دقتیکہ رسول اللہ کے فیصلہ کو مان لیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ

(النساء ۹۴)

(۵)۔ حضرت محمدؐ نہ تو عالم الغیب تھے نہ ہی فرشتہ اور نہ ہی لفع اور نقصان پہنچانے

(بقیہ ماشیہ) خوب تردید کی گئی ہے مگر افسوس اکثر اہل اسلام اس نکتہ کو نہیں سمجھتے بلکہ کھلے شرک کے مرتکب ہوتے  
ہیں حالانکہ مشرکوں کے لیے افسوس کیا گیا ہے۔ یقیناً مشرک وہ لوگ ہیں جو خدائی صفات نبیوں، رسولوں اور اولیاء  
کا طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنی مشکلات میں انہیں پکارتے ہیں اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں حالانکہ  
وہ بھی ان ہی جیسے کھاتے پیتے لوگ تھے جو خدا تعالیٰ کو ہی پکارا کرتے تھے۔

کا اختیار رکھتے تھے۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا

أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي

مَلَكٌ (الانعام ۵۷)

کہہ دے میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ

کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور

نہ میں تم کو کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

(۶-۵۰)

صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ فرشتہ نہ تھے بلکہ بشر ہی تھے، کیونکہ وہ بشر سے جدا گانہ

مخلوق نہ تھے۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا

ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ

أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ

وَمَا سَتَيْتُ السُّوءَ بِإِنِّ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ

بَشِيرٌ لِّعَوِّمٍ يُؤْمِنُونَ .

(الاعراف ۲۳)

کہہ میں اپنی جان کے لیے نفع کا مالک نہیں اور

نہ نقصان کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب

جانتا ہوتا تو بہت بھلائی لے لیتا اور مجھے کوئی

تکلیف نہ پہنچتی۔ میں صرف ڈرانے والا ہوں اور

اُن لوگوں کو خوشخبری دینے والا ہوں جو ایمان

لا تے ہیں۔ (۷-۱۸۸)

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا

نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ (یونس ۵۷)

قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَا مِّنَ الرُّسُلِ

وَمَا أَدْرِى مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنَّا بِنِعْمَةِ

رَبِّنَا يُؤْتِي مَا يَؤْتِي إِلَىٰ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ

مُبِينٌ .

(الاحقاف ۱۷)

کہہ میں اپنی جان کے لیے نفع اور نقصان کا

مالک نہیں سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔

کہہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں

جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ یہ

کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں اسی پر

چلتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے اور میں

صرف کھلا ڈرانے والا ہوں۔ (۱۷-۱۷)

۱۷۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ کو ذاتی علم غیب نہ تھا بلکہ اتنا ہی علم تھا جتنا

اللہ تعالیٰ ان پر ظاہر کر دیتا تھا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَلَا يُحِيطُونَ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)



قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ صَدْرًا وَلَا رَشَدًا ه  
 کہ میں تمہارے نفع اور ہلاکت کا مالک نہیں ہوں۔  
 (الجن ۲۷)

۵ از خدا خواہ آل پڑخواہی اے سپر  
 اے عزیز جو مالک ہے خدا سے مانگ  
 نیست در دست خلائق خیر و شر  
 خلقت کے ہاتھ میں نہ نیکی ہے نہ برائی  
 (۶) - حضرت محمد بطور بشیر اور تذیر کے ہی مبعوث کیے گئے تھے؛

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا  
 وَنَذِيرًا وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ  
 الْجَبْحِيمِ (البقرہ ۱۲۷)  
 ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری  
 دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے دوزخ  
 والوں کے متعلق باز پرس نہ کی جائے گی (۲-۱۹)  
 اور ہم نے تجھے سب لوگوں (کی بھلائی) کے لیے  
 رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

(۲ - ۱۹)

(النساء ۱۱)

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولٌ  
 اللَّهُ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
 يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَ  
 کہہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول  
 ہوں وہ جس کے لیے آسمان اور زمین کی بادشاہت  
 ہے۔ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں وہ زندہ  
 کرتا ہے اور مارتا ہے سوائے پر ایمان لاؤ اور

(بقیہ حاشیہ) بشری عن عیسیٰ (البقرہ ۲۷) اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں  
 کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے۔ (۲-۲۵۲)

۵۔ جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ اس شہنشاہ کے رسول اور پیغمبر ہیں جس کی بادشاہت  
 آسمان اور زمین کی ہے اور آپ نے اپنی زندگی بھر میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں انسان سے بڑھ کر  
 فرشتہ ہوں۔ بلکہ یہی فرمایا کہ میں بشر رسول ہوں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ جب کسی بادشاہ کا  
 سفیر دوسرے ملکوں میں جاتا ہے تو کبھی بھی یہ نہیں کہتا کہ میں بادشاہ ہوں (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)۔

اس کے رسول نبی اُمّی پر جو اللہ اور اس کے  
کلموں پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پیروی کرے

تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (۱۵۸-۷)

اور کہہ میں کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔

(۱۵-۸۹)

کہہ اے لوگو! میں صرف تمہارے لیے کھلم کھلا

ڈرانے والا ہوں۔ (۲۲-۴۹)

اور ہم نے تجھے صرف خوشخبری دینے والا اور

ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔ کہہ میں تم سے

اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جو

چاہے اپنے آپ کی طرف رستہ اختیار کرے۔

(۲۵-۵۶ و ۵۷)

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں

سے ہوں اور کہہ میں قرآن کی پیروی کروں۔

سو جو کوئی ہدایت اختیار کرتا ہے وہ اپنے

ہی فائدہ کے لیے ہدایت اختیار کرتا ہے اور

جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو کہہ دے میں صرف

ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ (۲۶-۹۱-۹۲)

تو پیغمبروں میں سے ہے (سیدھے رستہ پر

(۳۶-۲۷)

رَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ  
بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ

تَهْتَدُونَ۔ (الاعراف ۲۰ع)

قُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝

(الحجر ۲ع)

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا

لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ (الحج ۷ع)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَ

نَذِيرًا ۝ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

أَجْرٍ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِنِّي أَخَذْتُ الرِّبَا

سَبِيلًا ۝

(الفرقان ۵ع)

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

وَأَنْ أَتْلُو الْقُرْآنَ ۝ فَمِنْ أُمَّتِي

فَأَيُّهَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۝ وَمَنْ ضَلَّ

فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝

(النمل ۷ع)

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ عَلِيٌّ صِرَاطٌ

مُسْتَقِيمٌ (يس ۱ع)

رقیبہ ماشیہ) جیسے ایلیٰ کو بادشاہ بنانا حماقت ہے اسی طرح سے رسول اللہ کو خدائی رقبہ دینا بھی جہالت ہے۔

ہم نے تجھے گواہ اور خوشخبری دینے والا اور  
ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم اللہ اور اس  
کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور  
اس کا ادب کرو۔ (۲۸-۲۹)۔

إِنَّا أَدْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا  
وَوَكِيلًا وَتُعْزِزُهُ وَتُوقِرُهُ  
(الفتح ۸۷)

(۷)۔ حضرت محمد اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے اور روشنی دینے والے سورج تھے۔  
اسے نبی! ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور  
خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ  
کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن  
کرنے والا سورج۔ (۳۳-۳۵)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَدْسَلْنَاكَ  
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَتَذِيرًا  
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ يَا ذُنُوبٍ سِرًا جَامِنِيًّا  
(الاحزاب ۶)

جیسے سورج کی روشنی کے سامنے کسی اور کی روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح سے رسول  
اللہ کی نبوت کے سامنے کسی اور نبی کی خواہ نیا ہو یا پرانا ضرورت نہیں۔ علاوہ ازیں جیسے سورج  
کی روشنی سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے رسول اللہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں  
کو کفر اور شرک کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتے تھے۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

یہ، کتاب (ہے) جو ہم نے تیری طرف اتاری  
تاکہ تو لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیرے  
سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اس کے  
رستہ کی طرف جو غالب تعریف کیا گیا ہے۔ (۱۱-۱۲)  
اللہ نے تمہاری طرف ذکر اتارا ہے (وہ) رسول  
(ہے) جو تم پر اللہ کی کھلی آیتیں پڑھتا ہے  
تاکہ انہیں جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کرتے  
ہیں اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالے۔  
(۱۱-۱۲)

كِتَابًا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ  
النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ  
يَا ذُنُوبٍ سِرًا جَامِنِيًّا  
الْحَمِيدُ (ابراہیم ۱)  
قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا  
رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ  
مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا  
الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (الطلاق ۱)

یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کو نہ صرف سراجا منیرؑ بلکہ نورؑ بھی کہا گیا۔ جیسا کہ قرآن کریم کو بھی  
ذیل کی آیات بھی اس پر شاہد ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ  
بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَانزَلْنَا إِلَيْكُمْ  
نُورًا مُّبِينًا

اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب  
کی طرف سے روشن دلیل آچکی ہے۔ اور ہم  
نے تمہاری طرف واضح کر دینے والا نور نازل

(النساء ع ۲۳) کیا ہے۔ (۲ - ۱۶۵)

حقیقتاً اس آیت میں "نور مبیناً" سے مراد قرآن کریم ہے اور برہان سے رسول اللہ  
کیونکہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم کو اپنے عمل سے ایسا واضح کر دیتے ہیں جس طرح برہان دعویٰ کو  
کر دیتی ہے:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَرَّرُوا  
وَفَصَّرُوا وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي  
أُنزِلَ مَعَهُ لَا أُولَئِكَ هُمُ  
الْمُفْلِحُونَ • (الاعراف ع ۱۹)

سو جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی تفسیر  
کریں اور اس کو مدد دیں اور اس نور کی پیروی  
کریں جو اہل کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی کامیاب  
ہوں گے • (۱۹ - ۱۵۷)

فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا  
تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ • (التغابن ع ۱۴)

سو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور  
نور (پر) جو ہم نے اتارا اور اللہ اس سے  
کرتے ہو خبردار ہے۔ (۱۴ - ۶۲)

ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور رسول کریم دونوں  
میں یہی وجہ ہے کہ دونوں پر ایمان لانا ضروری ٹھہرایا گیا کیونکہ دونوں ہی لوگوں کو ہدایت  
کی راہ دکھاتے ہیں۔

(۸) حضرت محمدؐ دین حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجے گئے تھے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا  
ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشی



میں نے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے دوزخ والوں  
کے متعلق باز پرس نہ کی جائے گی۔ (۲-۱۱۹)

اے لوگو! رسول تمہارے رب کی طرف سے  
حق کے ساتھ تمہارے پاس آیا سو ایمان لاؤ،  
تمہارے لیے اچھا ہے اور اگر تم انکار کرو تو جو  
کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے  
اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے (۲-۱۴۰)  
وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور  
دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ اس کو کل دینوں  
پر غالب کرے گو مشرک براہی مانیں (۹-۳۲)  
وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور  
سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں  
پر غالب کرے اور اللہ گواہ بس ہے۔

(۲۸-۲۸)

بلاشبہ آنحضرتؐ کے مبعوث کیے جانے کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ دین اسلام کو  
تمام دینوں پر غالب کر دیا جائے مگر افسوس اہل اسلام ابھی تک اپنے دین کو عیسائی مذہب  
پر بھی غالب نہ کر سکے نہ اس کا سبب یہ ہے کہ قرآنی آیات کی غلط تاویلات کر کے عیسائیوں  
کیاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ مثلاً عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے روح القدس  
کا قدرت سے حمل ہوا۔ اسی طرح سے مسلمان بھی کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اللہ تعالیٰ  
کا قدرت سے حمل ہوا، اب برادران اسلام خود غور کر کے دیکھ لیں کہ کیا دین کو غالب کرنے  
کا یہی طریقہ ہے کہ عیسائیوں کے باطل عقائد کو تقویت پہنچائی جائے جسے عیسائی ہرگز برتا

وَنذِيرًا وَلَا تَسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ  
الْجَحِيمِ (البقرہ ع ۱۲)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ  
الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا  
خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ  
بِئْسَ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ  
اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (النساء ع ۲۳)  
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ  
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ لَوْلَا بُرْهَانُ الْمُشْرِكِينَ (التوبه ع)  
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى  
الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

(الفتح ع ۲۴)

نہیں مناتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان یہ کہہ کر کہ حضرت مسیح خدا کا معجزہ تھا عیسائیوں کے اس عقیدے "حضرت مسیح خدا کا بیٹا تھا" نا ٹیڈ کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جیسے عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے اور پھر واپس آئیں گے ویسے ہی مسلمان بھی۔ درحقیقت اسلام ان مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑا ہوا ہے جو اسلام کو غالب کرنے کے نام سے ہی نا آشنا ہیں کیونکہ مخالفت کے بالمقابل دلائل سے کام لینا نہیں جانتے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی ان پر غالب آجاتے ہیں۔

(۱۹)۔ حضرت محمد وحی کے ساتھ زندہ لوگوں کو ڈرانے والے تھے۔

قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا يُنذَرُونَ

کہہ میں نہیں صرف وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں اور ہرے پکار کو نہیں سنتے جب انھیں ڈرایا جائے (۲۱-۲۵)

(الانبیاء ۲۱)

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ

اور تو انھیں سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہیں

إِنَّ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ (فاطر ۳)

تو صرف ڈرانے والا ہے۔ (۳۵-۲۲-۲۳)

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا

ہاں تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ تو ہر

تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَكُومُدْبِرِينَ

کو آواز سنا سکتا ہے۔ جب وہ پیٹھ پھیرتے

(النمل ۶۴)

ہوئے واپس ہو جائیں۔ (۲۴-۸۰)

مذکورہ بالا آیات سنیے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ کی بات سنتے تھے

تھے اور نہ پیغام الہی کی طرف کوئی توجہ دیتے تھے اور نہ ہی عقل اور دلائل سے کام لیتے

تھے وہ نہ صرف ہرے بلکہ مردہ گویا قبروں میں تھے اور جو لوگ رسول اللہ کی بات سنتے

تھے اور پیغام الہی کی طرف توجہ دیتے تھے اور عقل و دلائل سے کام لیتے تھے وہی زندہ

تھے۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا

کا حکم مانو جب وہ تم کو اس کام کے لیے بلاتا ہے جو تمہیں زندگی دیتا ہے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل رہتا ہے اور کہ تم اس کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔ (۸-۲۴)

تو اسے صرف سنا تا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتا ہے سو وہ فرمانبردار ہیں (۲۴-۸) تاکہ جو ہلاک کرتا ہے وہ کھلی دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ ہوتا ہے وہ کھلی دلیل سے زندہ رہے۔ (۸-۲۴)

بھلا کیا وہ جانتا ہے کہ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے سچ ہے اس جیسا ہے جو اندھا ہے عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (۱۳-۱۹)

چنانچہ ایسے ہی لوگوں کو ڈرانے کا حکم دیا گیا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

یہ صرف نصیحت اور کھول کر بیان کرنے والا قرآن ہے تاکہ اُسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت قائم ہو (۲۶-۳۶)

(۲۶-۳۶)

صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کچھ بھی عقل سے کام لیتا ہے وہ تو قرآن حکیم کی نصیحت سے فائدہ اٹھاتا اور جو اس کی تعلیم کے خلاف جاتا ہے وہی نقصان اٹھاتا ہے۔ مجھے

يَتَّبِعُوا لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ  
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ  
الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ  
(الأنفال ۳۴)

إِن تَسْمِعُوا لِمَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا  
فَهُمْ مُسْلِمُونَ (النمل ۶۴)  
لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ  
وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّٰ عَنْ بَيِّنَةٍ ط

(الأنفال ۵)

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ  
مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ لَمَنْ هُوَ أَعْيٰ إِنَّمَا  
يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

(الزمر ۳)

إِن هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ  
لِيُنذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ  
عَلَى الْكٰفِرِينَ (يس ۵۴)

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل عام طور پر مسلمان قرآن مجید کی نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے کیونکہ عقل اور دلائل سے کام نہیں لیتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر بھی یہی حجت قائم کی تھی جو آج کل مسلمانوں پر بھی چسپاں ہو رہی ہے۔

(۱۰)۔ حضرت محمد دنیا کے لیے رحمت تھے۔

اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لیے رحمت ہی  
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً  
لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء ع)

بنا کر بھیجا ہے۔ (۲۱ - ۲۴)

حقیقتہً آنحضرت دنیا بھر کے لیے رحمت ہی ہیں چنانچہ وہ لوگ بھی جو آپ پر ایمان تو لاتے نہیں مگر آپ کا تعلیم پر عمل کرتے ہیں خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اہل یورپ کی ترقی اس پر گواہ ہے: بقول حالی

عمل جن کا ہے اس کلام متین پر  
وہ سرسبز ہیں آج روئے زمین پر  
اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن کریم دنیا بھر کے لیے نصیحت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے:

إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (الانعام ع ۱۰۶)  
وہ صرف جہانوں کے لیے نصیحت ہے (۹۱-۹۲)  
صاف ظاہر ہے کہ جو نصیحت مانے گا وہی فائدہ اٹھائے گا۔ یہ آیت اس پر

شاہد ہے:

فَذِكْرٌ إِنْ تَفَعَّتِ الذِّكْرَىٰ  
سر نصیحت کرتا رہے یقیناً نصیحت نفع دیتی  
ہے۔ (۸۴-۹)

(۱۱)۔ حضرت محمد عالم گیر رسول تھے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ  
بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَ لَكِن أَكْثَر النَّاسِ  
لَا يَعْلَمُونَ (السباع ۳)

اور ہم نے تمہیں تمام ہی لوگوں کے لیے خوشخبر  
دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن  
اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۲۸-۳۲)



یقیناً حضرت محمد عالم گیر یعنی یونیورسل رسول ہیں کیونکہ وہ تمام لوگوں کی طرف  
مبعوث کیے گئے تھے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ آپ انہری نبی ہیں کیونکہ آپ کے بعد قومی نبیوں  
کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ جس میں حکمت یہ ہے کہ قومی نبیوں کی ضرورت نہیں۔  
(۱۲)۔ حضرت محمد آخری نبی تھے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِّنْكُمْ  
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ  
النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ  
عَلِيمًا (الاحزاب ع ۵)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ  
نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم  
کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا  
ہے۔ (۳۳-۲۰)

بلاشبہ آنحضرت آخری نبی ہیں اور آخری نبی وہی ہوتا ہے جس کے بعد کسی بھی کی ضرورت  
نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے مگر افسوس  
ایسی تعلیم کی موجودگی میں بھی مسلمانوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو یہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح بطور  
نبی کے دوبارہ آئیں گے گویا رسول اللہ کے بعد نبی کی ضرورت رہی۔ دوسرا گروہ اس کی تردید  
کر کے یہ کہتا ہے کہ وہ بطور مجدد کے آئیں گے۔ خدا جانے ان کی نبوت کس تصور پر چھینی جائیگی۔  
ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ حضرت محمد کے بعد نہ تو پرنے نبی اور نہ ہی نئے نبی کی ضرورت ہے  
جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے: لَا نَبِيَّ بَعْدِي ۗ صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی  
نبی نہیں۔

(۱۳)۔ حضرت محمد لوگوں کے لیے نیک نمونہ تھے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ  
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا  
اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ  
كَثِيرًا (الاحزاب ع ۳۳)

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک  
نیکی نمونہ ہے۔ اس کے لیے جو اللہ اور کھیلے  
دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا  
ہے۔ (۳۳-۲۱)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ  
حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ  
الْيَوْمَ الْآخِرَ وَهُوَ الَّذِي هُوَ الْغَنِيُّ  
الْحَمِيدُ (المتحنه ع ۱)

یقیناً تمہارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے۔ اس  
کے لیے جو اللہ کے سامنے جانے اور پچھلے دن  
کی امید رکھتا ہے اور جو کوئی منہ پھیر لیتا ہے تو  
اللہ ہی بے نیاز تعریف کیا گیا ہے (۶-۶)

بلاشبہ آنحضرت ان لوگوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور  
آخرت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ انسانوں کے  
لیے انسان ہی نمونہ ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود رسول اللہ سے اعلان کرایا کہ  
میں فرشتہ نہیں ہوں بلکہ بشر ہوں، گویا بشر سے جداگانہ مخلوق نہیں ہوں۔  
(۱۲)۔ حضرت محمدؐ بھلی باتوں کا حکم دینے اور بُری باتوں سے روکنے والے تھے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ  
الَّذِي آتَىٰهِمُ الْبَيِّنَاتِ وَالْأَنْجِيلَ يَأْمُرُهُمْ  
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ  
وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ  
الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ  
فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ  
وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ  
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُقْلِحُونَ

وہ جو رسول نبی اُمی کی پیروی کرتے ہیں جسے  
اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتا  
ہے وہ ان کو بھلی باتوں کا حکم دیتا اور ان کو  
بُری باتوں سے روکتا اور ان کے لیے ستمی  
چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں  
کرتا اور ان سے ان کا بوجھ اتارتا ہے اور  
وہ طوق بھی جو ان پر تھے۔ سو جو لوگ اس  
ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کو  
دیں اور اس نعل کی پیروی کریں جو اس کے  
ساتھ اتارا گیا ہے تو وہ لوگ کامیاب ہیں۔

(۴ - ۱۵۷)

(الاعراف ع ۱۹)

۷۔ بلاشبہ ان معنوں میں بھی آنحضرتؐ رحمتہ العالمین ہیں۔

حقیقتہً آنحضرتؐ لوگوں کو اُن رسم و رواج سے جو ان کی ترقی میں سدراہ تھیں آزادی دلانے والے تھے اور قرآن کریم کی تعلیم پر چلنے کی ہدایت کرنے والے تھے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل بھی اکثر مسلمان اُن رسم و رواج پر عمل کرتے ہیں جو قرآنی تعلیم کے قطعاً خلاف ہیں یہی وجہ ہے کہ برادران اسلام صدیوں سے تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔

(۱۵) حضرت محمدؐ بلند اخلاق والے ہر دی تھے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم ع ۱) اور تو یقیناً بلند اخلاق رکھتا ہے۔ (۴۰-۶۸)

بلاشبہ آنحضرتؐ نہایت ہی اعلیٰ اخلاق رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کا خلق قرآن ہی تھا۔ یعنی جس قدر اعلیٰ درجہ کے اخلاق قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں وہ سب آپؐ میں موجود تھے جیسا کہ آپؐ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا بَعَثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔

میں اخلاق کریمانہ کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

یہ آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا ہی نتیجہ تھا کہ عرب نے آپؐ کے سامنے سر جھکا دیا۔ حضورؐ کے اخلاق میں سے جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ آپؐ کا خلقِ عظیم ہے۔ ایسا خلق آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اکثر لوگ فقط زیارت و گفتگو سے اتنے متاثر ہوتے کہ فوراً ایمان لے آتے۔ صدق و صفا آپؐ کی فطرت کا خاصا تھا۔ امانت و دیانت میں وہ نام پیدا کیا کہ بچپن ہی سے صادق اور امین کا لقب پایا۔ یہ ایسی صفت تھی کہ خون کے پیاسے دشمن بھی اعتراف کرتے تھے۔ سخاوت اور تواضع میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ مال و دولت کے جمع کرنے کا کبھی بھول کر بھی خیال میں نہ لاتے۔ فقرا اور مساکین کی دلجوئی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھتے۔ طبیعت میں جبار کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ مگر پھر بھی رعب و جلال کا یہ عالم کہ بڑے بڑے دل گردے والے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ غرضیکہ آپؐ کے ساتھ ملنے والوں کے بھی اخلاق بلند ہو گئے۔

(۳۶) حضرت محمدؐ ہی نوع انسان کے ہمدرد تھے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ

عَزِيزٌ عَلَيْكُمْ مَّا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(التوبہ ع ۶)

تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے

تمہارا تکلیف پانا اس پر شاق گذرتا ہے۔ وہ

تمہارے لیے (جھلائی کا) خواہشمند ہے۔ مؤمنوں

پر مہربان رحم کرنے والا ہے (۹-۱۲۸)

چونکہ رسول اللہؐ بشر تھے۔ اس لیے رؤف و رحیم کے ساتھ ا۔ ل کے حروف نہیں رکھے

گئے۔ کیونکہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے صفات میں اشتراک کامل نہیں رکھ سکتا اور اشتراک

ناقص سب لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے لیے بھی رَحْمَاءٌ وَبَيْنَهُمْ

(الفتح ع ۴۷) ”آپس میں رحم کرنے والے“ (۲۸-۲۹) اب ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا

کہ وہ خدا کی تمام صفات کے منظر تھے اسی طرح سے ”ولی“ کا لفظ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے

لیے بلکہ رسول اللہؐ اور مؤمنوں کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے اور ”رب“ کا لفظ خود اللہ تعالیٰ

نے اپنے لیے کئی بار استعمال کیا ہے اور حضرت یوسفؑ نے فرعون کے لیے بھی۔ حالانکہ

وہ ہستی باری تعالیٰ کا بھی منکر تھا۔ حقیقتہً ”آنحضرتؐ عام طور پر تمام لوگوں کے ہمدرد تھے۔

اور ایمان داروں کے خاص طور پر۔ یہ آیات اس پر شاہد ہیں:

وَإِنْ حِصْنُ جَنَاحِكَ لَمِنْ أَيْدِيكَ

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ

إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۚ

(الشعراء ع ۱۱)

اور اپنے بازو کو اس کے لیے جھکا جو مؤمنوں

میں سے تیری پیروی کرتا ہے۔ سو اگر وہ تیری

نافرمانی کریں تو کہہ دے میں اس سے بری

ہوں جو تم کرتے ہو۔ (۲۶۷-۲۱۵-۲۱۶)

(۳۷) حضرت محمدؐ کے ذمے پیغام الہی کا پہنچا دینا اور سمجھا دینا تھا۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ

اے رسول! جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف

اتارا گیا پہنچا دے۔ اور اگر تو (ایسا) نہ



کرے تو تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور  
اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافر لوگوں

کو ہدایت نہیں کرتا۔ (۵-۶۷)

پیغمبر پر سوائے پہنچانے کے کچھ نہیں

اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم

چھپاتے ہو۔ (۵-۹۹)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی

زبان میں۔ تاکہ انہیں کھول کر تباد سے پھر اللہ جسے

چاہتا ہے گمراہ رہنے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے

ہدایت کرتا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

(۱۲-۲۰)

یہ لوگوں کو کھول کر پہنچا دینا ہے تاکہ وہ اس کے

ذریعہ سے ڈلائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں

کہ وہ صرف ایک ہی معبود ہے اور تاکہ خالص

عقل والے نصیحت حاصل کر سکیں (۱۲-۵۲)

اور ہم نے تیری طرف ذکر بھیجا ہے تاکہ تو لوگوں

کے لیے کھول کر بیان کر دے جان کی طرف

اتارا گیا تاکہ وہ فکر سے کام لیں۔ (۱۶-۲۴)

سو کھول کر کہہ دے جو تجھے حکم دیا جاتا ہے،

اور مشرکوں کا خیال نہ کر۔ (۱۵-۹۴)

ہاں اللہ کی طرف سے (احکام کا) پہنچا دینا اور

فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا

مِنَ النَّاسِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

الْكٰفِرِيْنَ ه (المائدہ ع ۱۰)

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ ط

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ

تَعْلَمُونَ ه (المائدہ ع ۱۳)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا

بِلِسَانٍ قَوْمٍ لِّيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلَّهُ

اللَّهُ مِنْ شَاءٍ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ط

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ه

(ابراہیم ع ۱)

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذِرُوْا

بِهِمْ وَلِيُعَلِّمُوْا اَنْتُمْ هُوَ الْوَالِدُ الْوَاحِدُ

وَلِيَدَّكُرْ اُولُو الْاَلْبَابِ ه

(ابراہیم ع ۷)

وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

لِّلنَّاسِ مَا نَزَّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ

يَتَفَكَّرُوْنَ ه (النحل ع ۶)

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ

عَنِ الْمُنٰشِرِ كَيْفَ يَشَاءُ ه (الحجر ع ۶)

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتٍ ط

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ  
لَهُ نَارًا جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا  
(الجن ۲۴)

اس کے پیغام میں اور جو کوئی اللہ اور اس کے  
رسول کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کے لیے  
دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔  
(۲۳ - ۲۴)

(۱۸)۔ حضرت محمدؐ خود بھی سرآنی تعلیم پر چلنے کے پابند تھے۔

اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

اس کی پیروی کر تا رہ جو تیری طرف تیرے رب  
سے وحی کی گئی ہے۔ (۶ - ۱۰۶)

(الانعام ۱۳۶)

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ

اس کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے  
(۱۰ - ۱۰۹)

(یونس ۱۱۶)

فَأَسْتَقِيمُ كَمَا أُمِرْتُ وَمَنْ تَابَ  
مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ  
بَصِيرٌ

موسیدھی راہ پر چلتا رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا  
ہے اور وہ بھی جو توبہ کر کے تیرے ساتھ ہوا  
اور حد سے نہ بڑھو جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس  
دیکھ رہا ہے۔ (۱۱ - ۱۱۲)

(ہود ۱۰۶)

فَلِذَلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِيمْ كَمَا  
أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَ  
قُلْ أَمِنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ  
كِتَابٍ

سو تو اسی طرف کی طرف بلا اور سیدھی راہ پر چلتا  
رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں  
کی پیروی نہ کر اور کہہ میں اس پر ایمان لایا  
اللہ نے کتاب اتاری ہے۔ (۲۲ - ۱۵)

(الشوریٰ ۲)

فَأَسْتَسِيكَ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ  
إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

سوا سے مضبوط پکڑے جو تیری طرف وحی کی  
گئی ہے۔ بے شک تو سیدھے رستے  
پر ہے۔ (۲۳ - ۲۳)

(الزخرف ۲۴)

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ

پھر ہم نے تجھے اس معاملہ میں ایک کھلے رستے

پر لگا دیا سو اس کی پیروی کر اور ان کی خواہشوں  
 کی پیروی نہ کر جو علم نہیں رکھتے۔ (۲۵-۱۸)  
 جیسے آنحضرتؐ کو وحی الہی پر کار بند ہونے کا حکم دیا گیا تھا اسی طرح سے اہل اسلام کو بھی۔  
 یہ آیت اس پر شاہد ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ  
 قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ  
 (الاعراف ۱۷)

اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب سے تمہاری  
 طرف اتارا گیا اور اس کو چھوڑ کر اور دوستوں کی  
 پیروی نہ کرو بہت ہی کم تم نصیحت قبول کرتے  
 ہو۔ (۷-۳)

(۱۹)۔ حضرت محمدؐ کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

فَاعْبُدْهُ وَهُوَ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا  
 رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (هود ۶۱)  
 فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ  
 السَّجِدِينَ ۗ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ  
 يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ  
 (الحج ۱۶)

سو اس کی عبادت کر اور اُس پر بھروسہ کر اور  
 تیرا رب اُس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو (۱۱۶)  
 سو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا رہ  
 اور سجدہ کرنے والوں میں رہ اور اپنے رب  
 کی عبادت کرتا رہ۔ یہاں تک کہ تجھ پر موت آ  
 جائے۔ (۱۵-۹۸-۹۹)

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا  
 بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ  
 هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا  
 (مريم ۲)

آسمانوں اور زمین کا رب اور جو کچھ ان دونوں  
 کے درمیان ہے سو اُس کی عبادت کر اور اسی  
 کی عبادت پر مضبوط رہ۔ کیا تو اُس جیسا کوئی  
 اور جانتا ہے؟ (۱۹-۶۵)

۱۷۔ اَتَّبِعُوا مَا اُنزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ  
 ۱۸۔ جو عالم الغیب ہے۔

ایسے لاشانی خدا کو چھوڑ کر اپنے جیسے کھاتے پیتے اور بگتے، موتتے انسانوں کو خدا بنانا اور انھیں مشکلات میں پکارنا اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرنا سراسر بزدل مکتبی کا نشان ہے۔

ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے سو اللہ کی ایسی عبادت کر کہ فرمانبرداری صرف اسی کی ہو۔ سنو خالص فرمانبرداری اللہ

کے لیے ہی ہے۔ (۳۹-۳۶، ۲)

کہہ اسے جاہلو! کیا تم مجھے کہتے ہو کہ میں اللہ کے غیر کی عبادت کروں اور تیری طرف وحی کی گئی ہے اور ان کی طرف جو تجھ سے پہلے تھے اگر

تو شرک کرے تو تیرا عمل ضرور برباد ہو جائیگا اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا بلکہ اللہ کی ہی عبادت کر اور شکر کرنے والے

میں سے ہو۔ (۳۹-۴۴ و ۴۵-۴۶)

بلاشبہ شرک ایک ایسا ظلم ہے جس سے اعمال حسنہ بھی برباد ہو جاتے ہیں کہہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں اس صورت میں گمراہ ہوں گا اور ہدایت پاؤں

والوں میں سے نہ ہوں گا۔ (۶-۵۶)

کہہ مجھے روکا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو جب میرے پاس میرے رب کی طرف سے کھلے دلائل آگئے ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۗ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۗ

(الزمر ۱)

قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۗ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۗ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۗ

(الزمر ۷)

بَلَا شَكَّ فِي شَرْكٍ أَيْكَ تَأْمُرُونَ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۗ

(الانعام ۷)

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسَلِّمَ لِلرَّبِّ الْعَلِيِّنَ ۗ



کہ میں جہانوں کے رب کی فرمانبرداری کروں۔

(المؤمن ۷۷)

(۶۶-۶۰)

صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

(۲۰)۔ حضرت محمد کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے اور دوسروں کو پکارنے کی ممانعت کی گئی تھی،

اور اللہ کے سوا اُسے نہ پکار جو نہ تجھے نفع دیتا ہے اور نہ تجھے نقصان دیتا ہے اور اگر (ایسا) کیا تو تو بھی اس وقت ظالموں میں سے ہوگا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝

(۱۰۶-۱۰)

(یونس ۱۱۷)

جب آنحضرتؐ خود ایسے لوگوں کو جو نفع اور نقصان دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے پکارنے کی وجہ سے ظالم ہو سکتے ہیں تو پھر ایماندار لوگ مراد اولیاء کو جو نفع اور نقصان کے مالک ہی نہیں پکارنے کی وجہ سے کیونکر ظالم ہو سکتے؟ آخر کچھ تو عقل اور فکر سے کام لینا چاہیے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنانا اور نہ تو بڑے مال میں بے کس ہو کر بیٹھ جائے گا (۱۰۶-۲۲)

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخَذُومًا وَلَا ۝

(بنی اسرائیل ۲۴)

اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ نہ تو علامت کیا گیا دھتکارا ہوا ہو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (۱۰۶-۳۹)

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَلْقَى فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَذْمُومًا ۝

(بنی اسرائیل ۲۴)

سوائے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہ پکار

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

۷۔ حالانکہ انسان مرنے کے بعد بھی عالم الغیب نہیں بن جاتا۔

وردہ تو عذاب پانے والوں میں سے ہوگا۔

(۲۶-۲۱۳)

اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہ پکارو۔

(۲۸-۸۸)

فَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ ۚ

(الشعراء ع ۱۱)

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ۔

(القصص ع ۹۴)

اب نہ فنا ہونے والی ہستی کو چھوڑ کر فنا شدہ لوگوں کو اپنی مشکلات میں پکارنا کون سی عقلمندی ہے۔ جب آنحضرت خود دوسرے لوگوں کو پکارنے سے روکے گئے تھے تو پھر اب اکثر امتیوں کا اپنی مشکلات میں مردہ پیروں اور ولیوں کو پکارنا گویا رسول اللہ کی سنت سے منہ پھیرنا ہے حالانکہ اہل اسلام کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسروں کو پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا

اور مسجدیں اللہ کے لیے ہیں سو اللہ کے ساتھ

اور کسی کو نہ پکارو۔ (۱۸-۴۲)

مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۚ (الجن ع ۱۱)

باوجود ایسی ممانعت کے پھر بھی اکثر مسلمانوں کی یہ ذہنیت ہے کہ نماز میں تو آیاتك نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ پڑھتے ہیں مگر اس کے بعد مساجد میں ہی "یا شہیدہ عبد القادر شہیداً باللہ۔ کے نعرے لگانے شروع کر دیتے ہیں گویا خدا کو بھی مان لیا اور شرک بھی کر دیا۔ "زندہ کے رہ رہے جنت ہاتھ سے نہ گئی" حقیقتاً ایسے مسلمان اپنے آپ کو ان آیات کا مصداق بناتے ہیں:

اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لاتے

مگر وہ شرک بھی کرتے ہیں تو کیا وہ اس بات

سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب

کی بخاری مصیبت آپڑے یا ناگہاں ان پر

وہ گھڑی آجائے اور انھیں خبر بھی نہ ہو۔

(۱۲-۱۰۶، ۱۰۶)

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَ

هُمْ مُشْرِكُونَ ۚ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ

عَاصِيَةٌ ۚ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمْ

السَّاعَةُ ۚ بَعْتَهُ ۚ وَهُمْ لَا يُشْعُرُونَ ۚ

(یوسف ع ۱۲)

(۲۱)۔ حضرت محمد کو بھی نماز قائم رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا

اور دن کی دو طرفوں میں اور پہلی رات نماز کو

قائم رکھ۔ (۱۱۲-۱۱)

مِّنَ اللَّيْلِ (ہود ع ۱)

سورج کے ڈھلنے سے (شروع کر کے)

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ

رات کے اندھیرے تک نماز کو قائم رکھ اور

إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ

صبح کے قرآن کو (بھی) صبح کے قرآن میں حضور

قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا

ہوتا ہے۔ (۱۶-۱۷)

(بنی اسرائیل ۹۷)

اور اپنے گمراہوں کو نماز کا حکم دے اور خود

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ

اس پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے۔

عَلَيْهَا وَلَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ

ہم تجھے رزق دیتے ہیں۔ (۲۰-۱۳۲)

كَرِّرْنَا عَلَيْكَ (طہ ع ۸)

بلاشبہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی قابل پرستش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام

کی نماز ان الفاظ "سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالتے والا ہے" سے شروع

ہوتی ہے جس سے مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ اپنے پروردگار کی عبادت کریں اور اسی سے

مدد مانگیں۔ کیونکہ وہ ہماری حاجتوں کا جاننے والا ہے۔ افسوس! مشرک عقل سے اتنا کورا ہوتا

ہے کہ رزق تو خدا تعالیٰ کا ہی دیا ہوا کھانا پینا ہے مگر اس کا شریک ٹھہرا کر اپنے جیسے کھاتے

پیتے، گنتے موتے مردہ نبیوں اور ولیوں سے نہ صرف دعائیں مانگتا ہے بلکہ اپنی حاجتیں بھی

طلب کرتا ہے اور انہیں اپنی مشکلات میں بھی پکارتا ہے جو نہ صرف سراسر شرک ہے بلکہ

ایک کھلی ناشکری کا اعلان ہے جو ایک دن ایسے لوگوں کو روزع میں لے جائے گا۔ کیونکہ

مشرکوں پر جنت حرام ہے جس میں یہ نکتہ رکھا گیا ہے کہ مشرک اس ہستی کی باتا ہوئی جنت

میں جائے جسے وہ خدا کا شریک ٹھہراتا ہے اور اس سے دعائیں مانگتا ہے حالانکہ وہ رزق

دینے کا کوئی اختیار ہی نہیں رکھتے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے!

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا  
يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝

(النحل ۱۰۶)

اور اللہ کے سوا ٹھے ان کی عبادت کرتے  
ہیں جو انھیں آسمانوں اور زمین سے رزق دینے  
کا کوئی اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی کچھ طاقت  
رکھتے ہیں۔ (۱۶-۴۳)

(۲۲) حضرت محمد کو بھی دل میں ذکر الہی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی:

وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا

وَتَخْفِيَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ  
بِالْخُدُوِّ وَالْإِصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ

الْغَافِلِينَ ۝ (الاعراف ۱۳۷)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرتا رہے  
عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز  
میں جو بہت بلند نہ ہو صبح و شام کے وقتوں  
میں اور غافلوں میں سے مت ہو۔ (۷-۱۳۷)

بلاشبہ آنحضرت نہ صرف خود اللہ تعالیٰ کا ذکر دل میں اور نرم آواز سے کرتے تھے  
بلکہ دوسروں کو بھی ایسا ہی کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ یہ احادیث اس پر شاہد ہیں:

فَجَعَلَ النَّاسَ يَجْهَرُونَ

بِالتَّكْبِيرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ۞ اذْبَعُوا  
عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ

أَصَمًّا وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ  
سَمِيعًا بَصِيرًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَالَّذِي

تَدْعُونَ أَقْرَبُ إِلَيَّ أَحَدِكُمْ

مِّنْ عُنُقِ مَا أَحْلَيْتِهِ

(متفق علیہ)

(مسلم و بخاری)

رسول اللہ مسجد میں متکف تھے۔ آپ نے سنا لوگ اونچی آواز سے کہہ رہے ہیں  
کہ آپ نے پردہ اٹھایا اور فرمایا دیکھو تم سب خدا کی درگاہ میں دعا کرتے ہو لیکن



پس ایک دوسرے کو ایذا نہ دیا کرو اور نہ نماز پڑھنے میں۔ ایک دوسرے کی نسبت بلند آواز میں بولا کرو۔ (ابو داؤد) مگر افسوس اکثر نمازی مسجدوں میں اتنی بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کہ وہاں بیٹھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے

(۲۳)۔ حضرت محمدؐ کو میانہ روی سے شرح کرنے کی تعلیم دی گئی تھی :-

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ  
عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ  
فَتَقْعَدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا

اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ  
رکھ اور نہ اسے حد سے زیادہ کھول دینے تو  
ملامت کیا، موادِ ماندہ ہو کر بیٹھ رہے گا۔

(۱۷-۲۹)

(بنی اسرائیل ۳۷)

حقیقتہً میانہ روی سے شرح کرنا مومنوں کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا  
وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ  
قَوَامًا

اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں نہ بیجا خرچ  
کرتے ہیں اور نہ (موقع پر تنگی) کرتے ہیں  
اور (ان کا خرچ) ان (دو حالتوں) کے درمیان

اعتدال پر ہے۔ (۲۵-۲۷)

(الفرقان ۶۷)

(۲۴)۔ حضرت محمدؐ کو سادہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی گئی تھی :-

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا  
مَتَّعْنَا بِهِ أَنرًا وَاجِبًا مِّنْهُمُ وَلَا  
تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ۗ (الحجرات ۶)

تو اپنی آنکھوں کو اس طرف نہ لگا جو ہم نے  
ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو چند روزہ سامان  
دیا ہے اور ان کے لیے غم نہ کھا۔ (۱۵-۱۸)

اور اپنی نگاہیں ان سے ہٹا کر (اور طرف) نہ  
دور ادرک تو دنیا کی زندگی آرائش کا ارادہ کر  
اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنے

۱۷۔ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں (اور) اُس کی رضا چاہتے ہیں۔ (۱۸-۲۸)

وَاتَّبِعْ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا  
(الكهف ۴۷)

ذکر سے غافل رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات  
کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا

ہوا ہے۔ (۱۸-۲۸)

بلاشبہ ایک نبی کو عام لوگوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہیے، لیکن وہ امتیاز مال و  
دولت، سلطنت و حکومت، شان و شوکت، جاہ و حشمت اور دنیا کی تریب و زینت، آرام  
و آسائش اور عیش و عشرت میں نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق، بہترین ملکات، خدا ترسی، حق پرستی  
دردمندی، خلافت، تقویٰ اور ذکر الہی کے کرنے اور لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آنے،  
وحی رسالت کے پانے، آیات و نشانات کے دکھانے احکام الہی پر چلنے اور پیغام حق کو پہنچانے  
سے ان کو امتیاز حاصل ہوتا ہے جس میں یہ نکتہ رکھا گیا ہے کہ نبی دین کے کاموں میں چستی سے  
حصہ لیتا ہے۔ چونکہ آنحضرت کی ازواج مطہرات بھی دین کے کاموں میں معاون اور مددگار  
تھیں۔ لہذا انھیں بھی سادہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِي أَزْوَاجُ  
كَانُوا كَمَا كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ  
بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَمَا يَنْتَهَى فِتْنًا لِيْنَ  
أُمَّتِكُمْ وَ  
أَسْرِحْكُمْ سَرَاحًا  
جَمِيلًا ۚ وَإِنْ  
كُنْتُمْ تُرِيدُونَ  
اللَّهَ وَالْآخِرَةَ  
فِي اللَّهِ أَعَدَّ  
لِلْمُحْسِنِينَ مَكْرًا  
عَظِيمًا (الاحزاب ۳۳)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم  
دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی تو آؤ  
میں تمہیں سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح سے  
رخصت کر دیں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے  
رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو۔ تو  
اللہ نے تم میں سے نبی کرنے والیوں کے

لیے بڑا اجر تیار کیا ہے۔ (۳۳-۲۸ و ۲۹)

(۲۵) حضرت محمد کو لوگوں کا مطاع بنا کر بھیجا گیا تھا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ  
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ  
وَيَغْفِرْ لَكُمْ

کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی  
کو رو کہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہیں

تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا  
رحم کرنے والا ہے، کہہ اللہ اور رسول کی اطاعت  
کو دیکھو اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انکار کرنے  
والوں سے محبت نہیں کرتا۔ (۳ - ۳۰ و ۳۱)

ذُنُوبِكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قُلْ  
أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا  
فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ  
(ال عمران ۲۴)

حقیقتہً رسول اللہ کی اطاعت سے نہ صرف ایک شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے۔  
بلکہ اس کے گناہ بھی بخشے جاسکتے ہیں گویا اطاعت ہی شفاعت ہے۔ مگر آج کل کے اکثر مسلمانوں  
کا یہ حال ہے کہ زبانی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کا بہت اظہار کرتے ہیں اور ان  
کی تعریف میں نعتیں بھی خوب پڑھتے ہیں مگر ان کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ پھرتے ہیں۔  
حالانکہ محبت کا اظہار صرف اسی سے ہو سکتا اگر یہ نہیں تو پھر کچھ بھی بر۔

اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم  
کیا جائے۔ (۳ - ۱۳۱)

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ  
تُرْحَمُونَ (ال عمران ۱۳۴)  
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوا  
اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِي الْاَمْرِ  
مِنْكُمْ فَاِنْ تَنٰزَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ  
اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ  
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ  
اَحْسَنُ قٰوْلًا (النساء ۵۸)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت  
کو اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحبان  
امر کی اطاعت کرو پھر اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا  
کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔  
اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو  
یہ بہتر اور انجام کار اچھا ہے۔

اس آیت سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں کیونکہ ان کے  
بد کوئی نبی اور رسول نہیں جس کی طرف مسلمان اپنے جھگڑوں کو لے جائیں اور فیصلہ کرائیں۔

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے  
کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔  
(۲ - ۶۲)

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ  
اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء ۶۴)

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ  
اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ  
عَلَيْهِمْ حَفِيفًا ۝

(النساء ۱۱۴)

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ  
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَ  
يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ  
نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ ۝  
سَاءَتْ مَصِيرًا ۝

(النساء ۱۱۴)

۲۔ (۱۱۵۔۱۱۴)

حقیقتہً اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی اطاعت کرنا ہی مؤمنوں کا طریقہ ہے۔ یہ آیت

اس پر شاہد ہے:-

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ  
إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا  
وَأَطَعْنَا ۝ وَأُولَٰئِكَ هُمُ  
الْمُقْتَدِرُونَ ۝

(النور ۷)

۲۲۔ (۵۱۔۵۰)

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ



جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ یقیناً  
اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جو پھر جائے  
تو ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

(۲۔۸۰)

اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے  
بعد کہ اس کے لیے حق کھل چکا اور مؤمنوں کے  
رستے کے سوائے اور راستہ کی پیروی کرے  
ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور  
اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ

۲۔ (۱۱۵۔۱۱۴)

حقیقتہً اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی اطاعت کرنا ہی مؤمنوں کا طریقہ ہے۔ یہ آیت

اس پر شاہد ہے:-

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ  
إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا  
وَأَطَعْنَا ۝ وَأُولَٰئِكَ هُمُ  
الْمُقْتَدِرُونَ ۝

(النور ۷)

۲۲۔ (۵۱۔۵۰)

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ





سُوْرَةُ الْكَافِرِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فِي  
قُرْآنِ عَظِیْمِ

مرتبہ: پیرزادہ شمس الدین

الْفَجْرُ

ناشران و تاجران کتب  
عزیز سٹرنٹ اردو بازار لاہور